اعجاز غم
حسینی جھنڈا
علم بردوش
اسلام رہے گا
نوائیں
حسینی تعمیر

حسینی سحر کا سورج

اشارات غم

کرب و بلا

اسلامی روح، تاریخی واقعات

غم کی عظمت، دردانگیز مُرقعے

جدید طرز

کے

۶۵ درد آفرین نوحے

نجم، آفندی

اشاراتِ غم

اسلامی روح، تاریخی واقعات، غم کی عظمت، درد انگیز مرقع

جدید طرز کے

۶۵ درد آفریں نوحے

از

نجم آفندی

باہتمام محمد جواد نظامی پریس لکھنؤ میں چھپی

بار دوم ایک ہزار

سنہ ۱۹۴۰ء

قیمت ۱۰ آنہ

"وہ وقتِ صبر تھا یہ عہدِ فغاں ہمارا"

واقعاتِ کربلا کے پیرایۂ بیان میں نوحہ سب سے زیادہ اثر انداز صنف ہے اور اس سلسلہ میں میرے پیش رو شعرا کی جدوجہد دورِ گذشتہ کی مناسبت سے لائق صد ہزار تحسین ہے۔ میں نے بھی زمانہ حاضرہ کا رخ دیکھتے ہوئے، ایک کوشش کی ہے اور قصائد نجم کے بعد اپنے رنگ میں یہ دوسری چیز پیش کر رہا ہوں جسمیں اہلبیت کی زبان سے کچھ کہنے کی جرأت نہیں کیگئی ہے، میں نے خود نوحہ کیا ہے اور واقعات کو تاریخ کی روشنی میں دہرایا ہے، کانپتے ہوئے ہاتھوں اور لرزتے ہوئے دل سے اس مجموعہ کو انھیں شہیدانِ راہِ خدا کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں جن کی حق پرستی اور حریت نوازی کا یہ افسانۂ غم ہے۔

کسی دوسری کوشش کے لئے انکی تائید و تصرف کا منتظر

نجم آفندی

طبع اول ۱۹۳۸ء

اکہرا جلد

پیشکش

بحمداللہ اشارات غم پچیس ۲۵ جدید نوحوں کے اضافہ کے ساتھ دوبارہ شایع ہو رہی ہے جس میں ہندی زبان کے نوحے اور بعض عنوانات ایک حد تک نئی چیز کہے جا سکتے ہیں، نوحوں کی تصنیف کے سلسلہ میں اُسوۂ حسینی کے دلدادہ جو مشورہ مجھے دینگے اُس پر میں تشکر و امتنان کے ساتھ غور کرونگا۔

خدا سے دعا ہے کہ یہ پیشکش سرکار سید الشہدا ؑ میں شرف قبولیت حاصل کرے افراد قوم اِسکا صحیح اثر لیں اور اُن کے دلوں میں سرفروشان کربلا کی تقلید کے حقیقی جذبات پیدا ہوں۔

محترم قارئین و سامعین اگر میری اس کوشش کو مفید سمجھتے ہیں تو میری التجا ہے کہ اِس دعا میں میرے ساتھ شریک ہوں۔

نجم آفندی

طبع ثانی سنہ ۱۹۴۰ء
ایک ہزار جلد

فہرست اشاراتِ غم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱

ترکِ وطن

آج مدینہ میں ہیں غم کی فراوانیاں   آج مدینہ میں ہیں درد کی جولانیاں
آج مدینہ میں ہیں اشکوں کی ارزانیاں   آج مدینہ میں ہیں زلزلہ سامانیاں

سیدِ ابرار نے ترکِ وطن کر دیا
قوم کے سردار نے ترکِ وطن کر دیا

جاتے ہیں معمورۂ دام و درم توڑنے   سلسلۂ نخوتِ اہلِ ستم توڑنے
بتکدۂ شام کا تازہ صنم توڑنے   سجدۂ معبودیں خاک پہ دم توڑنے

سیدِ ابرار نے ترکِ وطن کر دیا
قوم کے سردار نے ترکِ وطن کر دیا

دیس سے پردیس میں ظلم اُٹھانے چلے   دین کی بگڑی ہوئی بات بنانے چلے
قوتِ اسلام کی شان دکھانے چلے   خون سے بے شیر کے رنگ جمانے چلے

سیّدِ ابرار نے ترکِ وطن کر دیا
قوم کے سردار نے ترکِ وطن کر دیا

خلق کے غمخوار سے شہر چھٹا گھر چھٹا
سرورِ کونین کا روضۂ انور چھٹا
قبرِ برادر چھٹی، مسکنِ مادر چھٹا
ہائے وہ بیمارِ غم جس سے کہ گھر بھر چھٹا

سیدِ ابرار نے ترکِ وطن کر دیا
قوم کے سردار نے ترکِ وطن کر دیا

آج مدینے ترے آئنہ بیکر گئے
زینتِ مسجد گئے رونقِ منبر گئے
صاحبِ مسند گئے، وارثِ حیدر گئے
جانے دیا تو نے کیوں ہائے وہ کیونکر گئے

سیدِ ابرار نے ترکِ وطن کر دیا
قوم کے سردار نے ترکِ وطن کر دیا

اہلِ مدینہ سے کہہ منھ سے تو کچھ بولئے
کیسے یہ غفلت ہوئی دیدۂ دل کھولئے
نالے کئے آہ کی اشکوں سے منھ دھولئے
جانِ پیمبر گیا ساتھ نہ سب ہولئے

سیدِ ابرار نے ترکِ وطن کر دیا
قوم کے سردار نے ترکِ وطن کر دیا

تجھ کو خبر بھی ہے کچھ اب نہ ادھر آئینگے
تیرے مسافر کبھی پھر کے نہ گھر آئینگے
عابدِ مضطر فقط لیکے خبر آئینگے
داغ بہ دل آئینگے خاک بسر آئینگے

سیدِ ابرار نے ترکِ وطن کر دیا
قوم کے سردار نے ترکِ وطن کر دیا

۲

دھرم پربت

اندھیارا پاپ کے بادل کا سنسار پہ جب چھا جاتا ہے
اک چاند سروپی سورج روپی مکھڑا درس دکھاتا ہے
جب مایا جگ کو کھاتی ہے، جب ایسی بپتا آتی ہے
جب مالک آنکھ بدلتے ہیں اک بندہ آڑے آتا ہے
لو دھرم کی من میں ہوک اٹھی، وہ دیس مدینہ چھوڑ چلا
کانٹوں کی ڈگر سے شام نگر اک جانیوالا جاتا ہے
سب کعبہ کے رکھوالے ہیں کچھ بوڑھے ہیں کچھ بالے ہیں
سب ایک ہی کنبے والے ہیں اِن سب کا نبی سے ناتا ہے
کیا ایشر روپی مایا ہے من موہن مورت اکبر کی
یہ چاند عرب کی بستی میں ہمشکل نبی کہلاتا ہے
عباس کی سج دھج دیکھو گے اِن مرنے جینے والوں میں
چھاتی پر مشک مچلتی ہے کاندھے پہ علم لہراتا ہے

کیا دھاروں پر تلواروں کی بیعت کا سندیسا دیتے ہیں
جب ست ہی ست ہو ہردے میں پھر دوجا کون سماتا ہے
شبیر دھرم کا پربت ہے، کوفہ کے ادھرمی کیا جانیں
ماٹی میں جیسے مِل جانا ہو، وہ پربت سے ٹکراتا ہے
اسلام کی جیون رکھشا کو، بلدان ہے ننھے بچوں کا
یاں گودیں خالی ہوتی ہیں، واں دامن بھرتا جاتا ہے
قرآن کسے دکھلائے گا، اک بالک ہے قرآن نہیں
دھرتی میں سُلا کر آئے گا جھولے سے اُٹھا کر لاتا ہے
شبیر کے گھر کا حال کہو پھلواری کے رکھوالوں سے
سو ہُوکیں من سے اُٹھتی ہیں، اک پیڑا گر مرجھاتا ہے
اک جینا مرنا اُن کا ہے جو جیتے ہیں مرجاتے ہیں
اک جینا مرنا اُس کا ہے جو مر کے امر ہو جاتا ہے
جاگی ہوئی کب کی آنکھیں تھیں، خنجر کے تلے بھی آہ نہ کی
سُکھ نیند اُسی کو آتی ہے جو سوتی قوم جگاتا ہے
بھاشا کے رسیلے شبدوں میں، دُکھ رُوپ کہانی کربل کی
محنت یہ سوارت ہو نجمیؔ یوں کون کسے سمجھاتا ہے

۳

حسینی تعمیر

پہونچا جو قتلگاہ میں زہرا کا لاڈلا
تکلیف غم سے کانپ گئی ارضِ نینوا

آداب لو وداع. بجالائی زندگی
کی عرض بڑھ کے پیکِ اجل نے کہ مرحبا

دریا کی راہ روک لی کوفہ کی فوج نے
ساحل سے ہٹ کے دھوپ میں خیمہ بپا ہوا

آئیں نظر جو دور سے کمہلائیں صورتیں
نکلی لبِ فرات سے فریاد کی صدا

جلتی ہوئی زمین کے ہونٹوں پہ آہ تھی
مہرِ فلک کو اپنی تمازت سے تھا گلا

اُترے حرم نبی کے قناتیں ہوئیں بلند
آواز دورباش اٹھی تھم گئی ہوا

وہ گودیوں میں پھول سے بچّے لئے ہوئے
ایک اک صغیر فدیۂ سلطان کربلا

اِس اہتمام پر بھی نگاہیں جھکی ہوئی
تہذیب کی نقاب سے ہر منہ چھپا ہوا

پردہ درِ خیام کا تطہیر کی خبر
گھیرے ہوئے جلالتِ انصارِ باوفا

دولتسرا کے در پہ ہر اک خاص و عام کو
عباس نامدار کی ہیبت کا سامنا

جنگل کی رُت بدل گئی مقصد کی شان سے
دل راہِ حق میں ایک تھے خیمے جدا جدا

مرنے کو ایک سمت جوانانِ ہاشمی
لٹنے کو اک طرف حرمِ سیّدالورا

آیا درود اوجِ فلک سے حسین پر — بہرِ سلام آئے زمیندار کربلا
شانِ جلال دیکھ کے تعظیم کو جھکے — روحِ جمال دیکھ کے صلِّ علیٰ کہا
تعمیرِ اک حسینؑ کے پیشِ نگاہ تھی — مدّت سے تھا خیال میں نقشہ کھنچا ہوا
سلطانِ دوسرا نے خریدی یہاں زمیں — ہر قصر کا بہشت میں چہرہ اُتر گیا
یہ اپنی قتلگاہ بنانے کو آئے ہیں — سمجھے بنی اسد کہ بنے گی محلسرا
جانِ علی کو بات بنانی ہے دین کی — مقتل خریدنا ہے یہ مدفن خریدنا
سوئے گا سر کٹا کے یہاں فاطمہ کا لال — تا حشر جانِ آدم و عالم بنا ہوا
اٹھارہ سال والے کی ہوگی یہیں لحد — زینب سے کہہ نہ دے کوئی جا کر یہ ماجرا
اِک شیر کی بنے گی ترائی میں خوابگاہ — دریا کو جس نے چھین کے پانی نہیں پیا
قاسم عروسِ مرگ سے شادی رچائینگے — چھوٹی سی قبر ہوگی حجلہ عروس کا
اپنا لہو ملائینگے اس خاکِ پاک میں — مسلم کے لال زینبِ مضطر کے دلربا
جھولے سے اُٹھ کے آئینگے اصغر اسی جگہ — گز بھر زمیں ملیگی اور اک تیر بیخطا
لیلیٰ[1] کی حسرتوں کا بنے گا یہیں مزار — یاں دفن ہوگا خاک میں ارمان رباب[2] کا

مرکز بنے گا قوتِ اسلام کا یہ دشت
بہرِ طواف آئے گی یاں روحِ مصطفیٰ

---

[1] لیلی مادر علی اکبرؑ
[2] رباب مادر علی اصغرؑ

۴

شبِ عاشور

ند کمُھلایا ہوا نکلا شبِ عاشور کو
کس قدر غم کا اندھیرا تھا شبِ عاشور کو

رہی تھیں تیز تلواریں نبیؐ کی آل پر
لرزہ بر اندام تھی دنیا شبِ عاشور کو

مگی کی گود میں وہ اضطرابِ کائنات
بن گئی بے شیر کا جھولا شبِ عاشور کو

نکلی سینۂ گیتی سے پہونچی تا فلک
توڑ کر فطرت کا سناٹا، شبِ عاشور کو

لا کے دشت میں بیخواب تھا جانِ حجاز
سو رہے تھے یثرب و بطحا شبِ عاشور کو

قد تھا لشکرِ حق میں صبح کرنے کیلئے
قافلہ دو روز کا پیاسا شبِ عاشور کو

ے تبسم ریز انصارِ حسین ابن علیؑ
زندگی دلچسپ تھی گویا شبِ عاشور کو

رص ائیں آ رہی تھیں خیمۂ شبیرؑ سے
درد کا طوفان تھا دریا شبِ عاشور کو

ند اللہ چاہتے ہیں تجھ کو انصارِ حسینؑ
زندگی نے موت سے پوچھا شبِ عاشور کو

سر فروشانِ وفا کی تھیں نگاہیں دیدنی
اٹھ گیا تھا کون سا پردا شبِ عاشور کو

یسے بے پروا کہ جیسے سر ہی شانوں پر نہیں
جنگ پر جب فیصلہ ٹھہرا شبِ عاشور کو

ع لے کر رُو دئے اکبر دیکھنے بیٹھی تھی ماں
صبحِ محشر تک ٹھہرنا تھا شبِ عاشور کو

نے کیونکر رہ گئے پردہ میں اسرارِ ازل
ننگے سر تھیں فاطمہ زہرا شبِ عاشور کو

مر گردوں سر بسجدہ ہے تارے بے زباں
کس سے پوچھیں تم نے کیا دیکھا شبِ عاشور کو

۵

صبحِ عاشور

سجدہ سے سر کسی کا اُٹھا روشنی ہوئی — عشرہ کی صبح آئی قیامت بنی ہوئی
وہ سامنے حسینؑ کے میدانِ کربلا — دل میں وہ کربلائے محبت بسی ہوئی
وقتِ نمازِ عصر کا آنکھوں کو انتظار — کانوں میں وہ اذان علی اکبرؑ کی دی ہوئی
بر میں قبا تو سر پہ عمامہ رسولؐ کا — تحت الحنک بندھی ہوئی زلفیں کھلی ہوئی
وہ رخصتِ حسینؑ وہ پردہ اٹھا ہوا — خیمہ میں یا علیؑ کی صدا گونجتی ہوئی
انصار اِدھر سلام کو باندھے ہوئے صفیں — در پہ بلائیں لینے کو فضہ کھڑی ہوئی
دستِ جہاں پناہ میں اسلام کی نجات — راہِ خدا ثبات قدم سے لگی ہوئی
وہ گرد و پیش مجمعِ ارواحِ انبیاؑ — دنیا ادب سے حدِ نظر پر رُکی ہوئی
اُلٹی ہوئی وہ اکبرؑ و قاسمؑ کی آستین — عباسؑ نامدار کی تیوری چڑھی ہوئی
پانی کی بندشوں پہ حقارت کی اک نظر — عزت کی موت سے وہ نگاہیں لڑی ہوئی
وہ رفتہ رفتہ عالمِ تنہائی حسینؑ — ننھی سی قبر ہاتھ میں مٹی بھری ہوئی
اک ذات سرفروش اور اک ذات کردگار — مرکز سے کائنات دو عالم ہٹی ہوئی
سجدہ کہ جس پہ سجدۂ کون و مکاں نثار — حیرت سے کربلا کی زمیں دیکھتی ہوئی
وہ نفسِ مطمئن کا سرِ عرش سے خطاب — جنبش سی وہ لبوں میں وہ گردن ڈھلی ہوئی

٦

قومی نشاں

نشانِ فوجِ پیمبر سجایا جاتا ہے / شبابِ شیرِ خدا یاد آیا جاتا ہے
علیؑ کا لال علم لے چکا برادر سے / سکینہؑ بی بی کا سقہ بنایا جاتا ہے
علم میں مشک بندھی سب کی بندھ گئی امید / کہ اب پیاسوں کو پانی پلایا جاتا ہے
حرم میں گھیرے ہوئے ہے نبی کی آل ابھی / ابھی تو آنکھوں سے پرچم لگایا جاتا ہے
خدا کرے کہ یہ خیمہ میں کامیاب آئے / بڑی اُمید سے پردہ اُٹھایا جاتا ہے
علیؑ کا چاند علیؑ کا نشان کیا کہنا / تمام دشتِ بلا جگمگایا جاتا ہے
ہوا سے دور پھریرے کو لے اُڑی زمیں / ابھی فرات کی لہروں پہ چھایا جاتا ہے
وہ شیر گھاٹ پہ پہونچا وہ مشک بھر کے پھرا / وہ نیزہ باز و نکلے نرغہ میں کیا جاتا ہے
جو تیر مشک پہ آیا وہ لے لیا دل پر / وفا کی راہ میں یوں زخم کھایا جاتا ہے
گھٹا جو زورِ تصور بڑھا سکینہ کا / نظر میں بھولا سا چہرہ سمایا جاتا ہے
سمٹ کے آئی ہیں فوجیں کہ راستہ نہ ملے / علیؑ کے چاند پہ بادل سا چھایا جاتا ہے
جسے لہو سے بھی اپنے عزیز سمجھا تھا / لگا کے تیر وہ پانی بہایا جاتا ہے

اُمید قطع ہوئی اب سنبھل نہیں سکتے
نشانِ فوج خدا تھرتھرایا جاتا ہے

کٹا کے ہاتھ ترائی میں سو گئے عباسؑ
علم حسینؑ کے خیمہ میں لایا جاتا ہے

کچھ ایسی شان سے اکبرؑ اُٹھا کے لائے ہیں
کہ جس طرح سے جنازہ اُٹھایا جاتا ہے

وہ سامنے ہے علم کی شبیہ نجمؔ اُٹھو
وفا پرستی کا منظر دکھایا جاتا ہے

۷

اُسوۂ حسینؑ

حسینؑ رن میں آگئے یہ کارواں لئے ہوئے
سکون دل لئے ہوئے قرارِ جاں لئے ہوئے
غریب وخستہ سفر جگر فگار و تشنہ لب
تنِ ضعیف و مضمحل دلِ جواں لئے ہوئے
ضمیر کائنات کی جبلاّئیتں نگاہ میں
رسولِ شش جہات کی تجلیاں لئے ہوئے
صداقتِ اصول کی تسلیوں سے مطمئن
شرافتِ خیال کی بلندیاں لئے ہوئے
تمام ظلم وجور کے مقابلہ کی فکر میں
تمام صبر و ضبط کی نشانیاں لئے ہوئے
وہی جلال حیدری وہی ادائے خیبری
علیؑ کا لال دوش پر وہی نشاں لئے ہوئے

یہ کس کے حسن کی جھلک جمالِ اکبری میں ہے
خطا شعار دم بخود ہیں برچھیاں لئے ہوئے
ہوائے تیز ظلم کا گلوئے خشک منتظر
خلاصۂ جہاد ایک بے زباں لئے ہوئے
یہ کس نبی کی قوم ہے جو تا بہ شام جائیگی
نبی کے اہل بیت کو کشاں کشاں لئے ہوئے
ہزار درد و رنج پر ثباتِ عزمِ آہنی
یہ ناتواں ہیں کس قدر غمِ گراں لئے ہوئے
جہاں کو درس دے رہے ہیں اُسوۂ حسینؑ کا
بیاضِ نجمِ دلفگارِ نوحہ خواں لئے ہوئے

— —

(۸)

نمازِ خوف

ین پیاسوں کے سجدے میں کہ دنیا تھرّاتی ہے
زمینِ کربلا پیشانیوں سے لپٹی جاتی ہے

ما ائیں قتل کے میدان میں اللہ اکبر کی
یہ کسکا دل ہے کسکا ہے کلیجہ کسکی چھاتی ہے

دھر تیر آ رہے ہیں چلتی رہتی کے مصلے پر
صدائے واحسینا اُس طرف خیمہ سے آتی ہے

سپر ہے تو سعید باوفا ایسے نمازی کی
سحر سے جس کو روحِ فاطمہ چھاتی لگاتی ہے

ہاں دیکھا تھا دنیا نے قیام ایسا قعود ایسا
وہیں پر تو ہی تیروں کی جدھر بوچھار آتی ہے

جزاک اللہ تو نے جنگ کی حسرت بھی صدکی
محبت آج تیرے نام کا ڈنکا بجاتی ہے

نماز آقا کی تیرے ختم ہے اور زندگی تیری
مبارک تیری بالیں پر شہادت مسکراتی ہے

یہ حالت ہے نواسے کی، ذرا نانا سے کہدینا
ہنساتے تھے جسے تم آج اُسے دنیا رلاتی ہے

اکیلا ہے تمھارا لاڈلا اعدا کے نرغہ میں
جب اُٹھتی ہے نظر انصار کے لاشے دکھاتی ہے

لے میں داغِ دل داغِ جگر اجڑی حالت میں
سبق جو دے گئے تھے تم وہ امت بھولی جاتی ہے

سنی جاتی نہیں تشنہ لب بچوں کی آوازیں
جب آتی ہے صدائے العطش خیمہ سے آتی ہے

نماز عصر پڑھنی ہے ابھی حضرت کے دلبر کو
نہ جانے یہ قیامت خیز ساعت کیا دکھاتی ہے

۹

مُسلم کے لعل

بیجاں ہیں مگر جانِ شہ جن و بشر ہیں
گو پیاس کے مارے ہیں پہ رشکِ گلِ تر ہیں
کمسن ہیں محبت کے شہیدوں میں مگر ہیں
یہ خون میں ڈوبے ہوئے مسلم کے پسر ہیں

ہونٹوں سے یہ ظاہر ہے کہ پانی نہیں پایا
تیور کا یہ عالم ہے کہ بل تک نہیں آیا
کمسن ہیں محبت کے شہیدوں میں مگر ہیں
یہ خون میں ڈوبے ہوئے مسلم کے پسر ہیں

انصار ہیں فرزند رسولِ عربی کے
ہیں ساتھ کے کھیلے ہوئے ہمشکل نبی کے
کمسن ہیں محبت کے شہیدوں میں مگر ہیں
یہ خون میں ڈوبے ہوئے مسلم کے پسر ہیں

کوفہ کے مسافر کی ذرا یاد جو آئی
ابتک ہے زبانوں پہ، وہ تلوار چلائی
کمسن ہیں محبت کے شہیدوں میں مگر ہیں
یہ خون میں ڈوبے ہوئے مسلم کے پسر ہیں

مذبوح جفا حسن کی تصویر ہیں دونوں
بابا کی طرح فدیۂ شبیر ہیں دونوں

کمسن ہیں محبت کے شہیدوں میں مگر ہیں
یہ خون میں ڈوبے ہوئے مسلم کے پسر ہیں

...و نزع کا ہنگام یہ معصوم نگاہی
دیتا ہے ہر انداز لڑکپن کی گواہی
کمسن ہیں محبت کے شہیدوں میں مگر ہیں
یہ خون میں ڈوبے ہوئے مسلم کے پسر ہیں

...تکے ہیں ڈھلے نبض کی رفتار ہے دھیمی
لاشوں پہ نہیں کوئی بجز دردِ یتیمی
کمسن ہیں محبت کے شہیدوں میں مگر ہیں
یہ خون میں ڈوبے ہوئے مسلم کے پسر ہیں

...اختر کہی جائیگی دنیا میں کہانی
آفاق میں گھر گھر انھیں روئیگی جوانی
کمسن ہیں محبت کے شہیدوں میں مگر ہیں
یہ خون میں ڈوبے ہوئے مسلم کے پسر ہیں

...ے نجم میں اس شان اس انداز کے صدقے
ان سینوں میں رکتی ہوئی آواز کے صدقے
کمسن ہیں محبت کے شہیدوں میں مگر ہیں
یہ خون میں ڈوبے ہوئے مسلم کے پسر ہیں

١٠

زینبؑ کے دُلارے

کس شوق سے چاہت سے مقتل کو سدھارے ہیں
ہیں چاند سی شکلیں بھی انداز بھی پیارے ہیں
گیسو اسی بی بی کے ہاتھوں نے سنوارے ہیں
زینب کے دُلارے ہیں زینب کے دُلارے ہیں

ایمان وفا ہو گی عالم میں وفا ان کی
دنیا کو رلائے گی مرنے کی ادا ان کی
دریا پہ نہ جائیں گے گو پیاس کے مارے ہیں
زینب کے دلارے ہیں زینب کے دُلارے ہیں

ایسا کسی بی بی کا ایثار نہیں دیکھا
بھائی سے زمانہ میں یہ پیار نہیں دیکھا
بھائی کی محبت میں صدقے یہ اُتارے ہیں
زینب کے دُلارے ہیں زینب کے دُلارے ہیں

ہے موت کی بےچینی کروٹ بھی نہیں لیتے
امداد پہ ہو بچنے کی آہٹ بھی نہیں لیتے
ہونٹوں پہ تبسم ہے اور گور کنارے ہیں
زینب کے دُلارے ہیں زینب کے دُلارے ہیں

کُشتوں میں یہ رعنائی یہ شان نہیں دیکھی
مرتے ہوئے بچوں میں یہ جان نہیں دیکھی

دنیا سے کہو دیکھے یہ شیر ہمارے ہیں
زینب کے دُلارے ہیں زینب کے دُلارے ہیں

فوج حسینی کے نو عمر مجاہد ہیں   دو سبط پیمبر کی مظلومی کے شاہد ہیں
دو عرش الٰہی کے ٹوٹے ہوئے تارے ہیں
زینب کے دُلارے ہیں زینب کے دُلارے ہیں

خون کی دھاروں نے دولھا سا بنایا ہے   چہروں پہ جلالت کا کیا نور سا آیا ہے
قدرت کے ہیں شہ پارے قرآن کے پارے ہیں
زینب کے دُلارے ہیں زینب کے دُلارے ہیں

شان سے آئی ہے بچوں کی قضا دیکھو   کیا رنگِ شہادت ہے تیور تو ذرا دیکھو
بچپن میں جوانی کے آثار سنوارے ہیں
زینب کے دُلارے ہیں زینب کے دُلارے ہیں

پارگیِ دل کا چارہ نہ کیا اِن کو   اِسلام کی خدمت سے پیارا نہ کیا ان کو
یہ لاڈلے ماموں کے ماں باپ کے پیارے ہیں
زینب کے دُولارے ہیں زینب کے دُولارے ہیں

اپنی محبت کے مرکز سے نہ ہٹ جانا   ہاں حشر کے دن اُنکے دامن سے لپٹ جانا
اے نجم یہی اپنی بخشش کے سہارے ہیں
زینب کے دُولارے ہیں زینب کے دُولارے ہیں

۱۱

شبابِ کربلا

علی کے لاڈلے سرورِ ریاضِ مصطفا قاسم
سکونِ دل حسنؑ کے فاطمہ کے دلربا قاسم
حسینِ آلِ ہاشم سیدِ گلگوں قبا قاسم
شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسم

فقط کرتا یہی کر جنگ کے میداں میں آ جانا
عطش میں آبِ تیغ و تیر سے تسکین پا جانا
یہ تیری ہمتیں یہ حوصلے یہ ولولہ قاسم
شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسم

یہ کیسی خوں کی دھاریں ہیں جنھیں سہرا سمجھتی ہے
یہ کیسے زخم ہیں دنیا تجھے دولھا سمجھتی ہے
سجی ہے کیا ترے تن پر شہادت کی قبا قاسم
شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسم

یہ کیسا دن تری شادی کا کیسی رات ٹھہری تھی
عروسِ مرگ سے کب مرنے والے بات ٹھہری تھی
ترا عہدِ جوانی تھا ترا عہدِ وفا قاسم
شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسم

دہم کی شب کو جب لاشہ پہ تیرے چاندنی پھیلی
اسیرانِ بلا میں اور بھی افسردگی پھیلی
خبر ہے کس کا کس کا دل تڑپ کر رہ گیا قاسم
شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسم

سا ہے لشکرِ اعدا کی بدحالی کا افسانہ   قیامت خیز ہے پر تیری پامالی کا افسانہ
نہ جانے تو نے کی تھی کس قیامت کی وغا قاسم
شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسم

را دل جلوہ گاہِ ناز ارمانِ شہادت کا   ترا ایک اک نفس دمساز ارمانِ شہادت کا
ترا خونبار پیکر نقش تسلیم و رضا قاسم
شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسم

شاط و عیش تھی گھر بھر کا خوشبو ترے گیسو کی   سکوں ہوتی دلِ مادر کا خوشبو ترے گیسو کی
گئی ہوگی نہ زنداں تک یہ مقتل کی ہوا قاسم
شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسم

گاہوں میں تری وہ منظرِ بیداد کیا ہوگا   کلیجہ باپ کا ٹکڑے ہوا تھا یاد کیا ہوگا
فلک نے آج ماں کا دل بھی ٹکڑے کر دیا قاسم
شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسم

سلمانانِ عالم کو محرّم بھر رُلاتی ہے   ترے شاعر کو تیرے نجم کو اکثر رُلاتی ہے
یہ تیری کمسنی یہ جان دینے کی ادا قاسم
شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسم

۱۲

پریم پنتھی

پریم نگر کا پنتھی قاسم موت سے بیاہ رچائے گیا
ہنسی خوشی کا جانا ٹھہرا دولھا بن کر آئے گیا
رتھ نار لہو کی دھاریں تھیں اُس گورے گورے مُکھڑے پر
اِسی دھج پہ کسی کی لاگی نجر یہی سہرا بدّ ہی کھائے گیا
اِک باغ کھلا تھا کربل بن میں یثرب والے مالی کا،
کچھ سوکھ گیا بن پانی کے کچھ گھام پڑی مُرجھائے گیا
شبیر کے تن کی بستی میں شبیر کا مَن کیا ہیرا تھا،
اِس دیپک کی لَو بڑھتی ہی رہی آنکھوں میں اندھیرا چھائے گیا
سنتے ہیں کہ دھرتی کانپ گئی تلوار وہ کی تلوریے نے
جو بھور سے لیکر سانجھ تلک لاشیں ہی اُٹھا کر لائے گیا
کیا تیروں کی بوچھاروں میں ایدیش کی میٹھی باتیں تھیں
سب اپنے لہو کے پیاسوں پر وہ امرت جل برسائے گیا

سنسار کو ست کی شکتی سے گھر بار لٹا کر موہ لیا،
سو داہے ذرا اک جوکھم کا جو کھوئے گیا سو پائے گیا

اصغر یہ بھی کیسی بیتا تھی جھولے میں دکھی دھرتی میں سکھی
ماں باپ نے مکھ سے آہ نہ کی ماں باپ کو کیا سمجھائے گیا

پیاسوں کے آنیلے سقے نے اک آگ لگا دی جنگل میں
خیمے سے نکل کر دریا تک اک بجلی سی لہرائے گیا

سب شام کی سینا سکتہ میں ابھر انوبی روپ سے تھی
جیسے کہ نبی پر لوک سے پھر قرآن سنانے آئے گیا

اب جا کے ہمالہ پربت سے لَے ماتم کی ٹکراتی ہے
اُس دیس کی نگمی دور بلا جس دیس پہ یہ غم چھائے گیا

۱۳

بہشتی

کربلا میں شانِ عباسِ دلاور دیکھنا
خون میں ڈوبی ہوئی تصویرِ حیدر دیکھنا

شیر سے بپھرے ہوئے جاتے ہیں دریا کی طرف
دوش پر بکھری ہوئی زلفِ معنبر دیکھنا

چشم خشم آلود میں اشکِ سکینہ کی تری
لعل لب پر خشکی لبہائے اصغر دیکھنا

نبض کی رفتار زینب کا مسلسل اضطراب
دل کی دھڑکن جنبشِ گیسوئے اکبر دیکھنا

چہرۂ پر نور پر زردی رُخ سجادؑ کی
چین ابرو میں غمِ سبطِ پیمبرؐ دیکھنا

دوش پر اسلام کی عزت نشانِ فوجِ حق
مشک اِک سوکھی ہوئی دل کے برابر دیکھنا

راہ کرلی خون کے دریا کا سینہ چیر کر
ایک ہی حملہ میں نہرِ علقمہ پر دیکھنا

مشک بھر کر ہٹکر باہر نکلنا تشنہ لب
خیمۂ شبیر کی جانب وہ مڑ کر دیکھنا

دیکھ کر چہرے تصور میں وہ مرجھائے ہوئے
دور تک پھیلی ہوئی پانی کی چادر دیکھنا

ہر طرف سے ہٹ کے وہ مشکِ سکینہ پر نظر
یہ امانت دیکھ کر یلغارِ لشکر دیکھنا

تیر پڑنا بیکسوں کی آخری اُمید پر
خون سا بہتا ہوا پانی زمیں پر دیکھنا

یک بیک دنیا بدل جانا امید و بیم کی
اپنے بازو دیکھنا قاتل کا خنجر دیکھنا

نجم وہ جانِ وفا ہے ہے وہ ایمانِ وفا
یہ علم آتا ہے کس کے خون میں تر دیکھنا

۱۴

شبیہِ پیمبر

ا موت کا تقاضہ اکبر کو زندگانی
اِسلام پر مٹا دی بھرپور نوجوانی

یا تھا سامنے اور لہرا رہا تھا پانی
یہ اپنے خونِ دل کی دکھا گئے روانی

ا قدر ہو رہی تھی تصویرِ مصطفیٰ کی
تیروں کی تھی نوازش تیغوں کی مہربانی

سلام مہماں تھا اور میزبان مسلماں
لیکن بدل گیا تھا آئینِ میزبانی،

نو کا عطش نے سینہ برچھی نے دل کو توڑا
رحمت نے سر پہ رکھا دیہیم کامرانی

اعت وہ نزع کی وہ رعنائیوں کا عالم
کیا روح بھر رہی تھی نیزہ کی جانستانی

ابر کے لال تھے پر یاد آ گئی ہو شاید
خیمہ سے وقتِ رخصت مادر کی بینر بانی

ھارویں برس ہی یوسف کفن میں آیا
کنعانِ مصطفیٰ کی یہ درد ہے کہانی

یکھوں سلام تجھ پر اے روحِ تشنہ کامی
پانی کی کیا حقیقت زیرِ قدم تھا پانی

م تیرے غم میں نالاں ہیں دور کربلا سے
غمگین دلوں میں آجا اے نورِ لامکانی

میں نجمؔ ایک ذرّہ ہوں تیری رہگذر کا
شاعر ہوں تیرے در کا اے عرش آشیانی

۱۵

علی اکبر

ہوئے پیدا تو صورت دیکھنے ہر شیخ و شاب آیا
جوانی ان پہ کیا آئی مدینہ کا شباب آیا
مگر جب کربلا کے دشت میں یہ ہشتا کے یا
فلک قابل مٹانے کے نہ تھی تصویر اکبر کی

علی کا نام سن زہرا کا اور صورت پیمبر کی

تجھے تو یاد ہی ہونگے وہ لہراتے ہوئے گیسو
دعائیں ماں کی شفقت یاد دلواتے ہوئے گیسو
کلیجہ میں سناں ابرو پہ بل کھاتے ہوئے گیسو
فلک قابل مٹانے کے نہ تھی تصویر اکبر کی

علی کا نام سن زہرا کا اور صورت پیمبر کی

سنا ہی چاند سے سینہ پہ برچھی جنگ میں کھائی
یہ منظر لیگیا شبیر کی آنکھوں سے بینائی
تعجب کیا اگر خیمہ سے شہزادی نکل آئی
فلک قابل مٹانے کے نہ تھی تصویر اکبر کی

علی کا نام سن زہرا کا اور صورت پیمبر کی

اٹھا کر لاش لایا فاطمہ کا ماہرو کیونکر
خدا آگاہ ہے سونگھی گئی زلفوں کی بو کیونکر
نہ جانے باپ نے چہرے سے پونچھا تھا لہو کیونکر
فلک قابل مٹانے کے نہ تھی تصویر اکبر کی

علی کا نام سن زہرا کا اور صورت پیمبر کی

سناں کس دشمن اسلام کی پہونچی تھی سینہ تک
نگاہیں محمدؐ جی رہے تھے انکے جینے تک

بر یہ کربلا کے بن سے پہونچے گی مدینہ تک فلک قابل مٹانے کے نہ تھی تصویر اکبر کی
علی کا نام سن زہرا کا اور صورت پیمبر کی

کل آئے صفوں میں گھر کے قوت آزمائی تھی سوال آب کیا باپ کو صورت دکھائی تھی
لہ ان پیاسی رگوں میں ہاشمی خوں تھا جوانی تھی فلک قابل مٹانے کے نہ تھی تصویر اکبر کی
علی کا نام سن زہرا کا اور صورت پیمبر کی

سماتا کیا نگاہوں میں یزیدی فوج کا ریلا لڑا کیا کیا خدا کے دشمنوں سے موت سے کھیلا
ودلارا خواہر شبیر کا بانو کا البیلا فلاک قابل مٹانے کے نہ تھی تصویر اکبر کی
علی کا نام سن زہرا کا اور صورت پیمبر کی

١٦

حسینی سیوا

اکبر کو سکارے مرنا تھا دُھن موت کی سگری رات رہی
ماں سیس لگائے چھاتی سے بالوں کی لٹیں سلجھات رہی
سب دیس کی سوبھا ساتھ چلی جب دیس سے یہ پردیس چلے
پردیس سے جب پرلوک گئے سنسار کی سوبھا جات رہی
جی دیکھے یہ سورگباش ہوئے کوفہ کے ادھرمی ناش ہوئے
شبیر کا بالا بول رہا اسلام کی اونچی بات رہی،
سانچے ہی رہے جو سانچے تھے یاں سانچ کو کوئی آنچ نہیں
دشمن ہی کو سب نے دوش دیا اور ان کے لئے صلوات رہی
پیاسے ہی لڑے پیاسے ہی مرے اک بوند نہ پائی پانی کی
ساونت وہیں پر کھیت رہے تیروں کی جہاں برسات رہی
ایشر کی دیا لہرائے گئی آکاش کی بانی آئے گئی
دُکھ درد کی جتنی دھوپ بڑھی سنتوش کی بدلی چھات رہی

آل کو پلا کر دودھ گئے ایسے بھی دیالو ہوتے ہیں
دنیا یہ اُسی کے کنبے کو پانی کیلئے ترسات رہی
صغر کے گلے پر تیر لگا جل مانگت بن میں سوے گئے
دکھیاری ماتا آشا میں من جھولے سے بہلات رہی
بل میں علی کی پُتری نے یوں رین گزاری دسویں کی
کس ٹھاٹھ سے لڑکر مرتے ہیں ہر بالک کو سمجھات رہی
ب راجا پرجا چوکھٹ پر سب بیس نوائے بیٹھے ہیں
جب چھوڑ کے دنیا دین لیا دنیا بھی انھیں کے ہات رہی

جب آئے حسینی سیوا میں سب ہند و مسلم ایک ہوئے
مل جائینگے نجمی دل بھی کبھی جب انکی نجر پر بات رہی

ملہ صرف حسینی علم کے سایہ میں ہند و مسلم اتحاد ہوسکتا ہے

۱۷

عزتِ اسلام

جنگ میں بچّوں کو شاہِ کربلا لیجائیں گے
دیکھنا کس شان سے یہ مرنے والے جائینگے

غل ہے فوجِ شام میں عباس کو پانی نہ دو
ان کے تیور کہتے ہیں دریا اُٹھالے جائینگے

راہِ حق میں اپنا سارا گھر لٹا دینگے حسینؑ
نوجواں جب مرچکیں گے گود والے جائینگے

یہ نہ سمجھو ساری دولت نذرِ مولا کر چکے
یہ ابھی اصغر کو جھولے سے اُٹھالے جائینگے

بسترِ غم پر مریں یہ مرنے والے وہ نہیں
موت میں بھی زیست کے پہلو نکالے جائینگے

جنگِ اکبر دیکھ لی، اب صبرِ عابد دیکھنا
پا پیادہ شام تک اہلِ جفا لے جائینگے

…ت باطل کے آگے سر یہ جھکنے کا نہیں
دُہرے دُہرے طوق بھی گردن میں ڈالے جائینگے

…ود زمانہ چیخ اُٹھے گا ضبط پر سجّاد کے
یہ سہے جائینگے ظلم اور بات ٹالے جائینگے

یہ کمالِ صبر کی حد سے بھی نکلیں گے بلند
وہ بنائے جور کو تا انتہا لے جائینگے

…رچھیوں پر سر ہیں مظلوموں کے اونٹوں پر حرم
بستی بستی میں یہ ظلم کربلا لے جائینگے

عزتِ اسلام رکھ دینگے تہِ تخت یزید
طشت میں شبیر کا سر بیوفا لے جائینگے

جذبۂ مسلم میں قوّت ہے غمِ شبیرؑ سے،
حشر تک یہ سلسلہ ہم برملا لے جائینگے

…لق میں جب ہو گا ظاہر ورثہ دارِ کربلا
داغِ ماتم نذر کو اہلِ وفا لے جائینگے

نجم اُڑ اُڑ کر ہماری خاک کے ذرّے ہمیں
یا نجف لیجائینگے یا کربلا لیجائینگے،

۱۸

ننھا مجاہد

اے معرکۂ قوت اسلام کے جوہر — چھ ماہ کی مدت میں قیامت کے برابر
ننھے سے مجاہد علی اصغر علی اصغر

اے عالمِ اصغر میں نہاں عالمِ اکبر — اے غنچۂ سربند میں اک روحِ پیمبرؐ
ننھے سے مجاہد علی اصغر علی اصغر

مقصد تھا ولادت کا فقط کارِ شہادت — یہ بات ہوئی اور کسی کو نہ میسّر
ننھّے سے مجاہد علی اصغر علی اصغر

یکتا ہے تری خون میں ڈوبی ہوئی تصویر — تاریخ دکھاتی نہیں ایسا کوئی منظر
ننھے سے مجاہد علی اصغر علی اصغر

معلوم ہے کیوں خشک زباں تو نے دکھائی — اے ساقیٔ کوثر کے جگر ساقیٔ کوثر
ننھے سے مجاہد علی اصغر علی اصغر

بابا کے سب انداز ہیں دادا کے طریقے — نیند آ گئی ریتی پہ نہ تکیہ ہے نہ بستر
ننھے سے مجاہد علی اصغر علی اصغر

بے چین ہیں غربت پہ تری چاند کی کرنیں — سو جائیں گی لاشہ ترا آغوش میں لیکر
ننھّے سے مجاہد علی اصغر علی اصغر

ڈوبی ہوئی نبضوں پہ ستاروں کی نچھاور　　الجھے ہوئے بالوں پہ فدا شامِ شبِ غم
ننھے سے مجاہد علی اصغر علی اصغر

سوکھے ہوئے ہونٹوں پہ تصدق لبِ کوثر　　ڈھلکی ہوئی گردن پہ یداللہ کے بوسے
ننھے سے مجاہد علی اصغر علی اصغر

مٹھی میں دبائے ہوئے سجاد کے جوہر　　چتون میں چھپائے ہوئے اکبر کی جوانی
ننھے سے مجاہد علی اصغر علی اصغر

گردن سے ٹپکتا ہوا خونِ دلِ مادر　　آنکھوں میں جھلکتا ہوا معصوم تبسم
ننھے سے مجاہد علی اصغر علی اصغر

لو دیگئے ایسی ترے بجھتے ہوئے تیور　　تا حشر بجھے گی نہ کبھی شمعِ حقیقت
ننھے سے مجاہد علی اصغر علی اصغر

تو موت کی آغوش میں آیا تھا ہمک کر　　تاریخ میں ہے سب ترا بچپن کا سلیقہ
ننھے سے مجاہد علی اصغر علی اصغر

پورا ہوا شبیر کے ایثار کا دفتر　　جس وقت ہوئی مُہر ترے زخمِ گلو کی
ننھے سے مجاہد علی اصغر علی اصغر

لوری تجھے دیتا ہے ترا نجمِ سخنور　　آرام سے سو اے شبِ عاشور کے جاگے
ننھے سے مجاہد علی اصغر علی اصغر

۱۹

آخری جاں نثار

کعبہ میں جب بلند ہوئی عصر کی اذاں
گھوڑے سے کربلا میں گرے شاہِ انس و جاں

تنہا تھا ریگ گرم پہ زہرا کا نازنیں
تلواروں کے ہجوم میں نیزوں کے درمیاں

سجدہ کو جمع کرتا ہوا کربلا کی خاک
ہونٹوں پہ پھیرتا ہوا سوکھی ہوئی زباں

ہر شے پہ اختیار سے مقصودِ کائنات
زخموں کے اعتبار سے اک جسمِ خونچکاں

پردہ اٹھا کے خیمہ کا اک طفلِ مہ جبیں
ناگاہ قتلگاہ کی جانب ہوا رواں

مظلومیِ حسین کے عالم کو سوچیے
بچے بھی گھر کے ہو گئے مرنے کو نوجواں

مچلا ہوا صغیر مجاہد نہ رک سکا
خیمہ میں روکتی رہیں ہر چند بیبیاں

تفصیل کوئی دفترِ تاریخ میں نہیں،
شاید کہا ہو ماں نے کہ خالق نگاہباں

خطروں سے بے نیاز یہ چہرے سے آشکار
نصرت کو بیقرار یہ رفتار سے عیاں

مظلومِ کربلا کی طرف رخ کئے ہوئے
معصوم دل کا درد نگاہوں سے نوحہ خواں

زلفیں وہ رخ پہ ماں کی مرادوں کا سلسلہ
کانوں میں منتوں کی وہ دوہری نشانیاں

زیرِ قدم تھا خاک کے ذروں کو اضطراب
ہلتے تھے گوشوارے لرزتا تھا آسماں

...ہ بھر کی پیاس میں اللہ رے آب و تاب ریتی پہ عکسِ رخ سے چمکتی تھیں بجلیاں
...ں کربلا میں موت کی دعوت پہ گامزن کوفہ کے میزبانوں کا معصوم میہماں
...چا ادھر ایسے وقت میں پہونچا چچا کے پاس نزدیک تھی حسین سے اک تیغ خونچکاں
...معصوم نے اٹھا دیے گھبرا کے دونوں ہاتھ کٹ کر گریں زمین پہ نازک کلائیاں
...بر کا لعل ہائے چچا کہہ کے رہ گیا سادات میں اک اور بڑھی غم کی داستاں
...یر لیکے گود میں سنبھلے نہ تھے ابھی بچہ کو ذبح کر گیا اک تیرِ جانستاں

خیمہ سے دیکھتی ہو جو مادر تو کیا عجب
اے وائے ارضِ کرب و بلا وائے آسماں

۲۰

نو مائیں

ہائے آئے تھے کیا کیا گل زہرا کو فدائی
کس کس نے لٹا دی رہِ مولا میں کمائی
نو ماؤں نے دیکھی درِ خیمہ سے لڑائی
بچوں کو سفر خلق سے کرتے ہوئے دیکھا
لڑتے ہوئے گرتے ہوئے مرتے ہوئے دیکھا

اسلام پہ قربان تھی ایک ایک کی مادر
مٹتے ہوئے دیکھا نہ گیا دینِ پیمبر
خود بھیج دیا جنگ کو ہتھیار سجا کر
سینوں سے سنانوں کو گذرتے ہوئے دیکھا
لڑتے ہوئے گرتے ہوئے مرتے ہوئے دیکھا

انصار میں کم سن تھا بہت ابن جنادہ[۵۱]
وہ کھیل کے دن اور وہ مرنے کا ارادہ
بیٹے سے بھی تھا ماں کو یہ ارمان زیادہ
دم الفتِ شبیر کا بھرتے ہوئے دیکھا
لڑتے ہوئے، گرتے ہوئے، مرتے ہوئے دیکھا

دل سوز ہے عبداللہ[۵۲] کلبی کا فسانا
سنتے ہیں بدن میں ابھی جوڑا تھا شہانا
شبیر نے روکا تھا مگر ماں نے نہ مانا
ملبوس شہادت میں سنورتے ہوئے دیکھا
لڑتے ہوئے گرتے ہوئے مرتے ہوئے دیکھا

---

۵۱ ابن جنادہ ایک نوعمر حسینی سپاہی انصار میں سب سے کم سن مجاہد۔
قوم کی خواتین کے لئے محض نوحہ پڑھ لینا کافی نہیں ہے۔ ان ماؤں کے ایسے دل بنانے چاہئیں۔
۵۲ عبداللہ کلبی، ان کی شادی کو چند ہی روز ہوئے تھے۔

سلم کے دل آگ رام نے کیا شان دکھائی — بچہ نے لڑی ہے وہ قیامت کی لڑائی
ان شوقِ زیارت میں در خیمہ پہ آئی — دریائے شجاعت میں ابھرتے ہوئے دیکھا

لڑتے ہوئے گرتے ہوئے مرتے ہوئے دیکھا

فرزند عقیلی کا گلا ندام محمدؐ — بیوہ کا پسر شیر جری فخر اب و جد
اللہ مگر ماں کی شجاعت کی نہیں حد — اس پھول سے چہرے کو اترتے ہوئے دیکھا

لڑتے ہوئے گرتے ہوئے مرتے ہوئے دیکھا

زہ عون و محمد بن عبداللہ جعفر — بچے تھے مگر ماں نے کیا فدیہ اکبر
بنتِ اسد اللہ کے اللہ رے تیور — زلفوں کو سر دوش بکھرتے ہوئے دیکھا

لڑتے ہوئے گرتے ہوئے مرتے ہوئے دیکھا

نیزہ و سنبھالے ہوئے پہنے ہوئے کرتا — نعلین کا الڑہ کی وہ ٹوٹا ہوا تسما
انداز یہ قاسم کا یہ مادر کا کلیجا — سر تا بقدم خون میں بھرتے ہوئے دیکھا

لڑتے ہوئے گرتے ہوئے مرتے ہوئے دیکھا

کیا زخم تھے کیا پیاس تھی کیا دھوپ کڑی تھی — اور حق کی حمایت میں یہاں جان لڑی تھی
ماں اکبر جرار کی ڈیوڑھی پہ کھڑی تھی — برچھی کو کلیجہ میں اترتے ہوئے دیکھا

لڑتے ہوئے گرتے ہوئے مرتے ہوئے دیکھا

---

۵۱ محمد - محمد ابن سعید ابن عقیل ہاشمی نوجوان -

وہ اصغرِ بے شیرِ حسن کا وہ گُلِ تر
جنت کو سدھارے جو لہو منہ سے اُگل کر
اُن ماؤں کا کیا حال ہوا ہوگا بیں ور
بے جنگ گئے جی سے گذرتے ہوئے دیکھا
شبیر کی آغوش میں مرتے ہوئے دیکھا

---

۵۱ علی اصغر بے شیر اور عبداللہ ابنِ حسن۔

(۳۱)

عالمِ تنہائی

مقتل میں غش ہیں شبیّر تنہا   قاتل کھڑے ہیں خاموش یکجا
حیرت میں گردوں سکتہ میں صحرا   ساکت ہیں موجیں ساکن ہے دریا
سورج کا چہرہ اترا ہوا ہے

مظلومیت کی اللہ رے ہیبت   سہمے ہوئے ہیں اہل شقاوت
چھایا ہوا ہے نقشِ امامت   بکھری ہوئی ہے روح جلالت
دنیا کا نقشہ بدلا ہوا ہے

خیمہ میں سب کی نظریں ہیں در پر   دم رک گئے ہیں سینوں کے اندر
کیا ضبط غم ہے اللہ اکبر   چپ رہ گئی ہے اصغر کی مادر
اصغر کا جھولا ٹھہرا ہوا ہے

مظلوم شکلیں غمگین نگاہیں   امن واماں کی مسدود راہیں
سوکھے گلوں میں بچوں کی باہیں   تھم تھم گئی ہیں ہونٹوں پہ آہیں
جو ہے وہ غم کا مارا ہوا ہے

تر ہے لہو میں سلطان عالی
ملت کا حاکم اُمت کا والی
دُلدُل کا رن میں ہے زین خالی
خیمہ کی رونق کس نے اُٹھا لی
مسند کا گوشہ اُلٹا ہوا ہے

لشکر کہاں اب شاہِ عرب کا
حاضر ہے لاشہ ہر تشنہ لب کا
خاک شفا پر بستر ہے سب کا
اک اک مجاہد عشرہ کی شب کا
جاگا ہوا تھا سویا ہوا ہے

تیروں سے زخمی تیغوں سے ٹکڑے
سوئے ہوئے پر جاگے ہوئے سے
چتون کے قرباں تیور کے صدقے
اُٹھنے کے جیسے پھر ہیں ارادے
پھر جوش نصرت آیا ہوا ہے

روکو قلم کو نجم سخنور
ہے سر بسجدہ جانِ پیمبر
نزدیک ہے اب قاتل کا خنجر
در پر ہے زینب مجبور و مضطر
خیمہ کا پردہ اٹھا ہوا ہے

۲۲

ساعتِ صلوٰۃ

کیا سخت واردات تھی خنجر گلے پہ تھا
ہونٹوں پہ حق کی بات تھی خنجر گلے پہ تھا

پھیلا رہا تھا نورِ صداقت جہان میں
تنظیمِ شش جہات تھی خنجر گلے پہ تھا

دولھا بھی ایک لمحہ کا مہماں تھا شام تک
سوئی ہوئی برات تھی خنجر گلے پہ تھا

اک آن میں فضائے دو عالم بدل گیا
اک سانس کی حیات تھی خنجر گلے پہ تھا

اندھیر ہو رہا تھا جہانِ خراب میں
کیا جانے دن تھا رات تھی خنجر گلے پہ تھا

سجدہ میں سر لبوں پہ دعائیں نظر میں شکر
دل میں خدا کی ذات تھی خنجر گلے پہ تھا

اصغر کا داغ رخصتِ آخر نمازِ عصر
تکمیلِ واقعات تھی خنجر گلے پہ تھا

روحِ حسینؑ بارگہِ بے نیاز میں
ممنونِ التفات تھی خنجر گلے پہ تھا

یوں کوئی نہر پہ نہ ہوا ذبح تشنہ لب
دو گام پر فرات تھی خنجر گلے پہ تھا

دیکھا ہو بھائی کو جو تڑپتے تو کیا عجب
زینب پسِ قنات تھی خنجر گلے پہ تھا

کس وقت ورثہ دارِ نبی کو کیا شہید
جب ساعتِ صلوٰۃ تھی خنجر گلے پہ تھا

سویا علی کا لال دو عالم کو جیت کر
مٹھی میں کائنات تھی خنجر گلے پہ تھا

کیا جان دیکے جسم گیا جانِ مرتضےٰ
جب موت میں حیات تھی خنجر گلے پہ تھا

۲۳

قوم کا بناؤ

لاکھ ظلم روزگار دیکھتا چلا گیا — صاحبِ صد اختیار دیکھتا چلا گیا

گھر کا گھر بگڑ گیا قوم کے بناؤ میں — لٹ گئی بھری بہار دیکھتا چلا گیا

سب چمن اُجڑ گیا دیکھتے ہی دیکھتے — فاطمہ کا گلعذار دیکھتا چلا گیا

اس کے اختیار میں موت بھی تھی زیست بھی — موت کو بروئے کار دیکھتا چلا گیا

اس کے عزم خیر میں کچھ کمی نہ آسکی — وہ حرم کا حالِ زار دیکھتا چلا گیا

بیخودی کی مورتیں وہ اُداس صورتیں — جانِ دو جہاں نثار دیکھتا چلا گیا

وقتِ احتضار بھی تھی نظر حسین پر — ایک ایک جاں نثار دیکھتا چلا گیا

زخم بن کے گل کھلے جسکے جسمِ زار پر — اپنے باغ کی بہار دیکھتا چلا گیا

اپنے خوں میں لوٹ کر اپنی شانِ دلبری — مجتبیٰ کا یادگار دیکھتا چلا گیا

بازوئے حسین نے مشک لی علم لیا — تیغِ ہاشمی کی دھار دیکھتا چلا گیا

سینہ پر لگی سناں ہائے اکبرِ جواں — خون ہو گئی بہار دیکھتا چلا گیا

ماں کے جی کی بے بسی باپ کی وہ بیکسی — درد و غم کا شہریار دیکھتا چلا گیا

تیر سے بجھائی جب حرملہ نے تشنگی — منہ پدر کا شیرخوار دیکھتا چلا گیا

ساتھ جارہی تھی سب یہ نمود آب و گل   وہ امام ذی وقار دیکھتا چلا گیا

آسماں کو منتظر بجلیوں کو مضطرب   دشت و در کو بیقرار دیکھتا چلا گیا

موت میں حیات میں نبض کائنات میں   اضطراب روزگار دیکھتا چلا گیا

یا ہتا اگر حسین مٹ گئے تھے مشرقین   دین حق کا تاجدار دیکھتا چلا گیا

آئیں جب امام عصر اُن سے یہ کہے کوئی
نجم زار انتظار دیکھتا چلا گیا

(۲۴)

فاتحِ کربلا

حسین قلبِ دو عالم ہلائے جاتے ہیں
کہ زیرِ تیغ ہیں اور مسکرائے جاتے ہیں

عروسِ مرگ ہے اکبر کی منتظر رن میں
یہ خیمہ گاہ میں دولھا بنائے جاتے ہیں

حرم سے رخصتِ شبیر کیا قیامت ہے
تڑپ کے سب درِ خیمہ تک آئے جاتے ہیں

حسین نذر کو لائے ہیں لاشۂ اصغر
حریمِ ناز کے پردے اٹھائے جاتے ہیں

درِ حضور پہ کہتی ہے بیکسی اب تک
خدا کی راہ میں یوں گھر لٹائے جاتے ہیں

وہ مٹ رہے ہیں مرقعے علی کی صورت کے
وہ دردِ دین کے دلوں میں سمائے جاتے ہیں

مٹا چکا تھا زمانہ بزعمِ خود جن کو
وہ آج سارے زمانہ پہ چھائے جاتے ہیں

انھیں کے نام پہ پانی پلایا جاتا ہے
انھیں کے ذکر پہ آنسو بہائے جاتے ہیں

انھیں کی راہ میں دنیا لٹائی جاتی ہے
انھیں کے غم میں دو عالم بھلائے جاتے ہیں

یہ حق کی فتح مبارک شہیدِ کرب و بلا
کہ تیری خاک پہ سجدے کرائے جاتے ہیں

غمِ حسین محبت کی زندگی ہے وہیں
جہاں جہاں ترے آثار پائے جاتے ہیں

غمِ حسین میں روئیں گے نجمؔ جی بھر کے
کہیں یہ درد دلوں میں چھپائے جاتے ہیں

۲۵

حسینی رضاکار

ذبح جب رنگیں نبی کی گود کا پالا ہوا — جلوہ زار آب و گل میں حشر سا برپا ہوا

پیٹ کر سر خاک اڑائی غیرتِ اسلام نے — چھپ گیا سورج فضائے غم میں تھرّاتا ہوا

چرخ کانپا عرش کو جنبش ہوئی گیتی ہلی — شور ماتم سے دگرگوں دہر کا نقشا ہوا

شہ کے گرد و پیش تڑپے کشتۂ راہِ خدا — اضطرابِ زندگی اک لاش میں پیدا ہوا

دل کی تہ میں خون کے قطروں نے لیں کروٹیں — موجِ طوفاں بن گیا سینہ میں دم رکتا ہوا!

موت کو آنکھیں دکھائیں زندگی کے جوش نے — سو قدم پر رہ گیا پیکِ اجل سہما ہوا

زیست کی اک لہر آئی خوابگاہِ مرگ میں — چونک اٹھا اک سویا۱ والا خون میں ڈوبا ہوا

تن پہ بے تعداد زخموں کی زرہ پہنے ہوئے — جذبۂ نصرت کی بیتابی میں بل کھاتا ہوا

دستِ رعشہ دار میں مضبوط خنجر کی گرفت — زیر کرتا ضعف کو لغزش کو ٹھکراتا ہوا

تیر سا دل پر لگا آوازۂ قتلِ حسین — دشمنوں پر جا پڑا مثلِ اسد بپھرا ہوا

تجھ پہ صدقے روحِ ملت اے سوید ابن مطاعؓ — قوم میں تجھ سا مجاہد پھر کہاں پیدا ہوا

تیری ہمت دیکھ کر آنکھوں میں آنسو تھم گئے — ہو گیا پھر سرخ دینِ حق کا منہ اترا ہوا

۱؎ سوید ابن مطاع کربلا کا وہ مایۂ ناز شہید ہے جو نصرتِ حسین میں زخموں سے چور چور ہو کر عصر تک میدان میں بیہوش پڑا رہا، شہادتِ امام حسین کا شور و غل سن کر ہوش میں آیا اور دوبارہ جنگ کر کے منصبِ شہادت پر فائز ہوا۔

مرحبا دستِ قضا سے لے لیا جامِ حیات
پھر نئے سر سے نثارِ سیّد والا ہوا

کوئی تیرے بعد اہلِ بیت کا حامی نہ تھا
پوچھنے والا نہ تھا اتنا بھی کوئی کیا ہوا

تیری آنکھیں بند تھیں اور سامنے خیمے کے تھا
فاطمہ کے چاند کا برچھی پہ سر رکھا ہوا

نیزۂ قاتل پہ گیسو خون میں ڈوبے ہوئے
بےکفن لاشہ غبارِ دشت کو سونپا ہوا

غرقِ خونابِ خجالت وہ جبینِ کائنات
آبِ خنجر پی کے پیاسا میہماں سویا ہوا

شام کو اس خیمۂ اقدس سے شعلے تھے بلند
تو نے دیکھا تھا جو دن کو دھوپ میں جلتا ہوا

جسم تھا آزاد تیرا اے رضا کارِ حسینؓ[1]
اور امامِ عصر تھا زنجیر میں جکڑا ہوا

منتشر میدان میں بچے سراسیمہ حرم
پارہ پارہ ہو کے قرآں خاک پر بکھرا ہوا

ہر طرف سے دشمنِ انسانیت گھیرے ہوئے
قافلہ کا قافلہ اک اک کا منہ تکتا ہوا

خلق میں ہنگامۂ قتلِ حسین ابنِ علی
وہ لبِ فطرت پہ اک اعلان تھرّاتا ہوا

کچھ نہ پوچھو تخسم اُس دم برہمی کونین کی
ذبح جب رن میں نبی کی گود کا پالا ہوا

---

[1] اس حسینی رضاکار کی قوتِ ارادی عزم استقلال اور خلوص کی ہمارے قومی رضاکاروں کو ضرورت ہے۔

(۲۶)

دکھ کا ساگر

ڈوبی ہوئی دکھ کے ساگر میں سورج کی سنہری تھالی تھی
اس چاند کی دِس کو سانجھ تلک شبیر سے دنیا خالی تھی
بابا ہی کے دم کے ساتھی تھے، اکبر بھی گئے اصغر بھی گئے
تکنے کو رہی اک اک کا منہ چھاتی پہ جو سونے والی تھی
یوں جگ میں نہ لاگی آگ کہیں، اس ڈھب سے نہ اُجڑا باگ کہیں
سوکھی ہوئی پتی پتی تھی ٹوٹی ہوئی ڈالی ڈالی تھی
دو کھیت پرے جل بہتا تھا اور پھول اِدھر کُمھلاتے تھے
بن بیر پہ سوکھے جاتے تھے اور چار طرف ہریالی تھی
حیدرؑ کے گھرانے والے سب ستونت بھی تھے ساونت بھی تھے
سہجے ہی اُٹھالی بندوں نے مالک نے جو بپتا ڈالی تھی
سرور پہ حسنؑ کی بِدھوا نے دو چاند کے ٹکڑے وار دیے
بچے تو جیالے تھے ہی مگر، ماتا بھی بڑی دِل والی تھی

کیا لٹ کے گئے کربل سے حرم جب آئی ہیں سکھیاں ملنے کو
جس مانگ کو پوچھا اُجڑی تھی جس گود کو دیکھا خالی تھی

سنسار کا چاہا اُس نے بھلا، کٹوا دیا کُنبے بھر کا گلا
شبیرؑ کے من کے سانچے میں کرتار نے بھگتی ڈھالی تھی

وار گئے ست کی سیوا میں دھنباد ہے ایشر بھگتوں کو
مکھڑوں پہ لہو کی سُرخی سے بڑھ چڑھ کے خوشی کی لالی تھی

یہ جی سے گذرنے والے تھے یہ بات پہ مرنے والے تھے
کب موت سے ڈرنے والے تھے سو بار کی دیکھی بھالی تھی

نجمی یہ حسینی چوکھٹ ہے یاں آکے مرادیں ملتی ہیں
اس دوار سے بھکشا لے کے چلے آئے تھے تو جھولی خالی تھی

۲۷

اسلام کا سلام

اے رئیسِ دوسرا تجھ پر سلام اسلام کا — اے غریبِ نینوا تجھ پر سلام اسلام کا
یہ ترا عہدِ ضعیفی یہ جواں تیورِ جہاد — ورثہ دارِ لافتا تجھ پر سلام اسلام کا
حریت کی روح بھر دی پیکرِ اسلام میں — مالکِ سیف ولوا تجھ پر سلام اسلام کا
کوئی پھر تجھ سا نہ دیکھا آشنائے دردِ دل — اے دلِ درد آشنا تجھ پر سلام اسلام کا
زخم اتنے جسمِ نازک پر اور اتنے داغِ دل — کشتۂ جور و جفا تجھ پر سلام اسلام کا
کیا اسی دن کیلئے پالا تھا چکی پیس کر — فاطمہ کے دلربا تجھ پر سلام اسلام کا
نیزہ و خنجر کے منہ پر وہ ترا اعلانِ حق — جانشینِ مرتضےٰ تجھ پر سلام اسلام کا
دشتِ خونیں تیری منزل، راہِ آزادی سفر — کاروانِ کربلا تجھ پر سلام اسلام کا
حاملِ مشکِ سکینہ فاتحِ نہرِ فرات — تشنہ لب جانِ وفا تجھ پر سلام اسلام کا
اے کہ زخموں نے ترے دولھا بنایا تھا تجھے — قاسمِ گلگوں قبا تجھ پر سلام اسلام کا
برچھیوں پر تو نے سینہ رکھ کے دل دکھلا دیا — ہم شبیہِ مصطفےٰ تجھ پر سلام اسلام کا
تیر کھا کر مسکرایا جو پدر کی گود میں — بے زبان و بے خطا تجھ پر سلام اسلام کا

اے کہ صبر و ضبط کی آیات محکم تجھ میں تھیں
فاطمی دولت سرا تجھ پر سلام اسلام کا

آگ دے دی جس میں دنیا نے جسے لوٹا گیا
خیمہ عرش انتہا تجھ پر سلام اسلام کا

ترا غم، تیری محبت، مجسم کا اسلام ہے،
اے شہید کربلا تجھ پر سلام اسلام کا

۲۸

ذوالجناح

اے ذوالجناح اے شہِ بیکس کے راہوار
تجھ پہ ہوا ہے راکبِ دوشِ نبی سوار

ریخ میں بہت ہیں فسانے رقم ترے
گھیرے ہیں خاکِ ہر پہ نقشِ قدم ترے

ے چشمِ معرفت تری تشنہ لبی کا راز
انسانیت کو ہے تری حیوانیت پہ ناز

اے ذوالجناح اے شہِ بیکس کے راہوار
تجھ پہ ہوا ہے راکبِ دوشِ نبی سوار

تھی شہیدِ ظلم کا راہِ وفا میں تھا
تو پیش پیش معرکۂ کربلا میں تھا

ں جان دی حیات کا پیغام بن گیا
منجملۂ شعائرِ اسلام بن گیا

اے ذوالجناح اے شہِ بیکس کے راہوار
تجھ پہ ہوا ہے واکبِ دوشِ نبی سوار

بات کربلا کے سبب کیا سے کیا ہوا
ایسا تو ہو رسول کا تحفہ دیا ہوا

طبل میں حسین کے پلنا ہوا نصیب
تجھ کو خدا کی راہ پہ چلنا ہوا نصیب

اے ذوالجناح اے شہِ بیکس کے راہوار
تجھ پہ ہوا ہے راکبِ دوشِ نبی سوار

تو بھی گیا ہر ایک غضنفر کی لاش پر
قاسمؑ کی لاش پر علی اکبرؑ کی لاش پر
اصغرؑ کو لیکے جانبِ دشتِ ستم گیا
راہِ خدا میں بچّہ کا گہوارہ بن گیا

اے ذوالجناح اے شہِ بیکس کے راہوار
تجھ پر ہوا ہے راکبِ دوشِ نبی سوار

زخمی سوار تھم نہ سکا جب کہ زین پر
آہستگی سے تو نے اُتارا زمین پر
پامال کرنے آیا جو لاشے کو تھم گیا
تو شیر ساحسین کے قدموں پہ جم گیا

اے ذوالجناح اے شہِ بیکس کے راہوار
تجھ پر ہوا ہے راکبِ دوشِ نبی سوار

کی پہلے تو نے مرثیہ خوانی حسین کی
آیا حرم میں لے کے سنانی حسین کی
غمخوار اور کون تھا ایسا حسین کا
تو نے دیا غریبوں کو پرسا حسین کا

اے ذوالجناح اے شہِ بیکس کے راہوار
تجھ پر ہوا ہے راکبِ دوشِ نبی سوار

انساں کا ننگ ہے جو سبق آدمی نہ لے
مردہ ہے قوم تجھ سے اگر زندگی نہ لے
گو مشتِ خاک سے بھی ہیں کم کائنات تجھ
نقشِ قدم پہ تیرے تصدق حیات تجھ

اے ذوالجناح اے شہِ بیکس کے راہوار
تجھ پر ہوا ہے راکبِ دوشِ نبی سوار

۲۹

شامِ عاشور

عاشور کی وہ شام وہ رن بولتا ہوا — غم کا وہ کائنات پہ پردہ پڑا ہوا

سر اس طرف حسین کا نیزہ پہ جلوہ گر — مغرب میں آفتاب اُدھر ڈوبتا ہوا

خیموں میں اشقیا کے چراغاں کا اہتمام — رن میں چراغِ قبرِ پیمبر بجھا ہوا

ہر شیر دل عروسِ تمنا سے ہمکنار — لاشہ ہر اک شہید کا دولھا بنا ہوا

تشنہ لبوں کے خون کی ندی چڑھی ہوئی — پانی لبِ فرات سے منہ پھیرتا ہوا

صبر و رضا و شکر کی منزل میں زلزلے — رستہ میں کاروانِ محبت لٹا ہوا

غیرت سے نبضِ جادۂ ہستی میں اضطراب — تپتی زمیں، حسین کا لاشہ پڑا ہوا

ایماں کی جان خاک پہ بے گور و بےکفن — انسانیت کا شرم سے چہرہ چھپا ہوا

ٹھکرا کے خوابِ ناز میں سوئے ہوئے حسینؑ — چشمِ جہاں سے پردۂ غفلت اٹھا ہوا

تہذیب لاشِ اصغرِ ناداں پہ نوحہ گر — اخلاق کی نگاہ سے عالم گرا ہوا

امت کی اہلِ بیت سے بدلی ہوئی نگاہ — خُلقِ عظیم غور سے منہ دیکھتا ہوا

ریتی پہ سر جھکائے شہیدوں کے سوگوار — مختارِ کائنات کا خیمہ جلا ہوا

ہمت یہ استوار کہ ہر لب پہ شکرِ حق   چہروں سے آشکار کہ ہر دل دکھا ہوا

اس شام کے خیال سے دل کانپتا ہے نجمؔ

عاشور کی وہ شام وہ رَن بولتا ہوا

۳۰

کربلا سے کوفہ

صبحدم سمٹا جو دامن شب کا پھیلایا ہوا
قیدیوں کو لے چلا کوفہ سے حکم آیا ہوا

ذرہ ذرہ ہے زمین کربلا کا مضطرب
قافلہ خاموش ہے مقتل سے اٹھوایا ہوا

اک فضائے درد پیدا ہے سرِ شبیر سے
نوکِ نیزہ پر ہے قرآں خوں میں نہلایا ہوا

بے کجاوہ اونٹ ان پر بے نقاب اہلِ حرم
تیوروں پر ہاشمی فطرت کا بل آیا ہوا

بستۂ زنجیرِ آہن خلق کا چوتھا امام
قید میں تکلیف دردِ قید پر چھایا ہوا

وہ سکینہ کا لڑکپن اور وہ کوشش ضبط کی
فرطِ غم سے چہرۂ معصوم سنولایا ہوا

داخلہ اس شانِ مجبوری سے اس کوفہ میں ہے
جو کبھی اِن کی غلامی پر تھا اترایا ہوا

ذہن میں ہوگا ابھی دیکھا ہوا انکا عروج
خون میں ہوگا ابھی اِن کا نمک کھایا ہوا

آج انکے واسطے چشمِ تماشا بن گئیں
تھا جن آنکھوں میں غبارِ عاجزی چھایا ہوا

اے خدا اے شرم و غیرت کون سے گوشہ میں ہے
جذبۂ غیرت مسلمانوں کا ٹھکرایا ہوا

کوچہ و بازار و بام و در کو آنکھیں لگ گئیں
جیسے انسانوں کا اک دریا ہو لہرایا ہوا

نالہ و فریاد کا ذوقِ سماعت منتظر
مستغیثانہ نگاہوں کا خیال آیا ہوا

یک بیک اُٹھا فضا میں زینبِ کبریٰ کا ہاتھ
ہاتھ کا اُٹھنا کہ سناٹا سا تھا چھایا ہوا

کربلا میں نذر دو بیٹے دئے جس ہاتھ نے
اس میں تھرتھراہٹ کہاں مجمع ہو گھبرایا ہوا

ظلم و بدعت کی رسن جس ہاتھ کو جکڑے ہوئے
دستِ قدرت کی طرح نفسوں پہ جو چھایا ہوا

منتظر کانوں پہ اک الفاظ کی بجلی گری
ہوش رخصت ہو گیا ذہنوں پہ گھبرایا ہوا

اس گھڑی میں تھی زبان گویا لسان اللہ کی
حرف اک اک نقش تھا ارشاد فرمایا ہوا

آل احمد کی اسیری اپنی آزادی کا راز
یوں سمجھ میں آگیا جیسے ہو سمجھایا ہوا

جھیر کر نفس انکا انکو اس طرح دکھلا دیا
اپنی ہستی سے تھا اک اک فرد شرمایا ہوا

گردنیں خم ہو گئیں آنکھوں میں آنسو آگئے
ہر کلیجہ چاک ہر سینہ تھا برمایا ہوا

بڑھ گیا وہ کارواں اور رہ گیا یہ قافلہ
جیسے کوئی ذلت و نکبت کا ٹھکرایا ہوا

٣١

کھیون ہار

کربل بن سے چلے مسافر باجبّت کوچ لفتارا
ایک اک سیس انی پر چمکے، چمکے جیسے تارا
سب سے لانبی برچھی پر وہ سیس حسینا سوامی کا
بھرے پڑے سنسار میں جسکو بھو کا پیاسا مارا
ہر چڑیا بن کی روتی ہے اندھیارے بن میں سوتی ہے
علی بنی کی گود کا پالا دھرم کا پالن ہارا
راکھ لٹی بیت صاحب کی گھر بار لٹا کر سیوک نے
کیسا اتم کام ہے اسکا نام ہے کیسا پیارا
سب تیر سمانا دوڑ پڑے جب موت پکاری تلّے سے
نِربَل بوڑھے کومَل بالک کوئی نہ ہمّت ہارا
سب سستا سودا سمجھے تھے، کیا مہنگی جانیں بیچیں
اک اک بَل نے ست کے بل پر سَو سَو کو للکارا

سوکھے سوکھے ہونٹ چبا کر کھینچیں جب تلواریں
لوہو کی اُس ندی بہا دی مانو گنگا دھارا
پریم کی نیّا ڈوب رہی تھی کیسی پار لگائی
اپنے لہو میں ڈوب کنارے لایا کھیون ہارا
جان گئے پردیسی دیسی جھوٹی سانچی مہما کو
ہار ہے کس کی جیت ہے کس کی مان گیو جگ سارا
ہنس ہنس دُکھ کی کڑیاں جھیلیں جگ کو یہ اُپدیش دیا
اپنے دم کا آس بھروسہ مالک نام سہارا
نگری نگری دھوم مچی ہے، واہ حسینا بابا کی
کربل بن میں دیا جلا یو سارہ جگت اُجیارا
پُوجا پاٹ کسُو کی ناہیں پِتا یاد ولاوت ہیں
سرور کا تابوت ہے، دھرمی اصغر کا گہوارا
اپنے کو جو چاہے تجھی اُس کو کون نہ چاہے
بھارت ماتا سوگ منا کر من ہر لین ہمارا

۱؎ عزاے سید الشہدا کے سلسلہ میں ہماری قوم ہندوں کی زیر بار احسان ہے، "حسینؑ اور ہندوستان" کے تعلقات کو اور مضبوط اور وسیع بنانے کی ضرورت ہے میری تالیف "حسینؑ اور ہندوستان" اسی موضوع پر ہے

۲۲

دربارِ شام

پُر درد ہے دربارِ یزیدی کا نظارا — دربار جسے ظلم کے ہاتھوں نے سنوارا

آہوں سے اسیروں کے جہاں لطف کا ساماں — اشکوں سے یتیموں کے جہاں عیش کا یارا

رسّی میں بندھی سامنے اولادِ پیمبرؐ — اور تختِ حکومت پہ یزیدِ ستم آرا

اک طشت میں شبیرؑ کا سر تخت کے نیچے — ڈوبا ہوا اسلام کی قسمت کا ستارا

اُٹھی ہوئی منظر پہ مسلمانوں کی نظریں — نظریں جنھیں اسلام کی توہین گوارا

پہنے ہوئے زنجیر وہ مطلوبِ دو عالم — زنجیر بھی لیتی ہوئی قدموں کا سہارا

ہم مرکزِ ایمان ہیں یہ تیور کی گواہی — ہم وارثِ قرآں ہیں یہ چتون کا اشارا

آئینۂ رخسار پہ وہ گردِ یتیمی — چمکا ہوا وہ صبر کے جوہر کا ستارا

نظروں میں وہ پھرتی ہوئی اکبرؑ کی جوانی — سینہ میں وہ چبھتا ہوا اصغرؑ کا اشارا

دل میں وہ کسی لاشۂ بے سر کا تصور — آنکھوں سے وہ اک فرقِ مطہر کا نظارا

دینی تھی جو منظور اذیت پہ اذیت — حاکم نے کیا ایک مقرر کو اشارا

منبر پہ ہوئی مصحفِ ناطق کی جو تکذیب — لفظوں نے کیا اپنے معانی سے کنارا

کس یاس سے تب سیدِ سجّادؑ نے پوچھا — کچھ ہم بھی کہیں تجھ کو جو سُننا ہو گوارا

یہ صاحبِ منبر تھے مگر ہائے زمانہ — دیتا تھا اجازت نہ یزیدِ ستم آرا

کچھ بس نہ چلا دیکھ کے دربار کا نقشہ / حضار کا غل تھا کہ اجازت ہو خدارا
حلقہ سے اسیرو نکلے بڑھا درد کی صورت / زنجیر سنبھالے ہوئے شبیر کا پیارا
بوسہ لیا جبریل نے دامانِ قبا کا / خم ہو کے دیا عرش نے منبر کو سہارا
پیدا ہوئی الفاظ کی اک سیل زباں سے / یا کوثر و تسنیم کا چڑھتا ہوا دھارا
عنوان تھا وہ حمد کا وہ نعت کی ترتیب / وہ لحن کہ جس لحن نے قرآں کو سنوارا
سن لو میں علیؑ ابن حسینؑ ابن علیؑ ہوں / بیٹا میں خدیجہ کا ہوں زہرا کا دلارا
مکہ کا میں فرزند ہوں فرزند منیٰ ہوں / پیغمبر اسلام کے فرزند کا پیارا
جو صاحب معراج ہے میں اسکا خلف ہوں / جس کے لئے اللہ نے قرآں اتارا
بیٹا ہوں امام ابن امام دو جہاں کا / اک دشت پر آشوب میں پیاسا جسے مارا
جس کے لئے افلاک پہ روئے ہیں فرشتے / سر جس کا شقی نے پسِ گردن سے اتارا
دل ہل گئے سینوں میں اٹھا شور قیامت / تقریر سے دربار لرزنے لگا سارا
تقریر کی تاثیر چھپانے کو اذاں میں / گھبرا کے جفاجو نے مؤذن کو پکارا
جس وقت مؤذن نے لیا نامِ محمدؐ / سجادؑ مخاطب ہوئے ظالم سے دوبارا
پوچھا کہ بتا کسکو محمد سے ہے رشتہ / کہتے ہی بن آئی کہ یہ نانا تھا ہمارا

تقریر کے قربان مقرر کے تصدق
اے نجم ستمگر کا بھرم کھل گیا سارا

۳۳

ہاشمی شجاعت

ے خدا کے بندوں میں منتخب خدا والو تختِ انّما والو، تاجِ ہل اتیٰ والو
شانِ مصطفا والو وضع مرتضا والو کیا وفا پہ جانیں دیں تم نے اے وفا والو

ہائے کربلا والو! ہائے کربلا والو

کارزارِ ہستی میں تم نے دیں نباہی کی لاج رکھ گئی تم سے تیغ کی سپاہی کی
تم نے آبرو رکھ لی فطرت الٰہی کی سر کٹا کے ملت کی تم نے سربراہی کی

ہائے کربلا والو! ہائے کربلا والو

حق کی راہ میں کھائے زخم دلنشیں تم نے دل بنا دیے کتنے درد آفریں تم نے
چوم کر سرِ میدان موت کی جبیں تم نے خونِ گرم سے اپنے رنگ دی زمیں تم نے

ہائے کربلا والو! ہائے کربلا والو

موت کی تمنا میں ہر طرف سے منہ موڑا کربلا کے سینہ پر نقش زندگی چھوڑا
یہ ادا تھی مرنے کی پشت ظلم پر کوڑا پیاس کی اذیت میں مسکرا کے دم توڑا

ہائے کربلا والو! ہائے کربلا والو

دینِ حق کی بیتابی ہر طرف پکار آئی ہاشمی شجاعت ہی پھر بڑے کار آئی
یہ تمھاری ہمت تھی جو چمن سنوار آئی اپنے خون سے سینچا تب کہیں بہار آئی

ہائے کربلا والو! ہائے کربلا والو

کس بلا کے جنگل میں آلِ مصطفےٰ ٹھہری بے دیار کا مدفن ارضِ کربلا ٹھہری
آئی شام عاشورہ صبح کو وغا ٹھہری کیا خبر مدینہ کو شامیوں سے کیا ٹھہری

ہائے کربلا والو! ہائے کربلا والو

چھوٹے چھوٹے بچوں نے جنگ کی اجازت لی بڑھ گئے جواں بن کر کمسنی سے رخصت لی
قوم کی حمایت میں عزتِ شہادت لی زندگی کو کیا کہیئے موت سے بھی خدمت لی

ہائے کربلا والو! ہائے کربلا والو

حق پہ مرنے والوں نے جان دی سلیقے سے شوق سے تمنا سے عزم سے ارادے سے
زندگی نہ کی پیاری فاطمہ کے پیارے سے ماں کی گود سے آیا کوئی، کوئی جھولے سے

ہائے کربلا والو! ہائے کربلا والو

کوئی تم میں اکبر تھا کوئی تم میں اصغر تھا کوئی ثانیِ جعفر کوئی مثلِ حیدر تھا
کوئی قدر و قیمت میں دو جہاں سے برتر تھا زیرِ تیغ سنتے ہیں فاطمہ کا گھر بھر تھا

ہائے کربلا والو! ہائے کربلا والو

اس طرح کے عالم میں پھر نہ دل جگر دیکھے در پہ آ کے ماؤں نے جنگ کے ہنر دیکھے

اپنے چاند کے ٹکڑے خوں میں تر بتر دیکھے　　ریگِ گرم پر لاشے برچھیوں پہ سر دیکھے

ہائے کربلا والو! ہائے کربلا والو

سر کہیں تھے نیزوں پر خاک پر کہیں لاشیں　　دم بخود ہوئی دنیا دیکھ کر حسین لاشیں

خامشی کے عالم میں کام کر گئیں لاشیں　　بیگناہ مارا ہے منہ سے بول اٹھیں لاشیں

ہائے کربلا والو! ہائے کربلا والو

تم پہ کیا ستم توڑے ہائے بے ادب دنیا　　آج خود ہے دنیا میں کشتۂ تعب دنیا

تشنہ لب کبھی تم تھے اب ہے تشنہ لب دنیا　　اب تمہیں کہاں پائیں ڈھونڈھتی ہے اب[۱] دنیا

ہائے کربلا والو! ہائے کربلا والو

---

[۱] دنیا جس دور اضطراب سے گذر رہی ہے ظاہر ہے صرف حسین ہی کی تقلید اور حسین ہی کے نام پر دنیا میں امن ہو سکتا ہے۔

٢٤

زندانِ شام

یادِ شہِ کربلا شام کے زنداں میں ہے
صبحِ قیامت نما شام کے زنداں میں ہے

سیدِ سجادؑ ہیں طاعتِ معبود میں
چاند سا نکلا ہوا شام کے زنداں میں ہے

جانِ رسولِ خدا دشت میں ہے بےکفن
آلِ رسولِ خدا شام کے زنداں میں ہے

دھوپ میں کٹتا ہے دن اُس میں کٹتی ہے شب
ہر ستمِ ناروا شام کے زنداں میں ہے

اہلِ وفا اُٹھ گئے اہلِ جہاں ہیں خموش
ماتمِ اہلِ وفا شام کے زنداں میں ہے

تیر ہے تلوار ہے تذکرۂ کربلا
روز نئی کربلا شام کے زنداں میں ہے

بالی سکینہ چلیں باپ کا غم لے چلا
اور یہ ماتم نیا شام کے زنداں میں ہے

فرقِ شہِ کربلا دیکھئے کیونکر سلے
ایک یہی آسرا شام کے زنداں میں ہے

جائے گا یہ سلسلہ تیرھویں معصوم تک
آج نئی ابتدا شام کے زنداں میں ہے

(۳۵)

پہلا زائر

اے دشت کربلا کے مسافر یہ پوچھ لو
مولا پہ کیا گذر گئی جابر یہ پوچھ لو

قسمت سے ہو حضور میں حاضر یہ پوچھ لو
پہلے ہو تم حسین کے زائر یہ پوچھ لو

اے دشت کربلا کے مسافر یہ پوچھ لو
مولا پہ کیا گذر گئی جابر یہ پوچھ لو

اللہ چار دن میں زمانہ بدل گیا
جیسے کہ مصطفےٰ کا گھرانا بدل گیا

اے دشت کربلا کے مسافر یہ پوچھ لو
مولا پہ کیا گذر گئی جابر یہ پوچھ لو

آرام کچھ رسول کے جانی نہیں ملا
سولہ پہر کی پیاس میں پانی نہیں ملا

اے دشت کربلا کے مسافر یہ پوچھ لو
مولا پہ کیا گذر گئی جابر یہ پوچھ لو

میداں رہا یہ کون سے جنگ آزما کے ہاتھ
کاٹے گئے تھے نہر پہ کس باوفا کے ہاتھ

اے دشت کربلا کے مسافر یہ پوچھ لو
مولا پہ کیا گذر گئی جا بر یہ پوچھ لو

آقا سوال آب پہ اکبرؑ سے کیا کہا؟ شرما کے ہم شبیہ پیمبر سے کیا کہا؟
اے دشت کربلا کے مسافر یہ پوچھ لو
مولا پہ کیا گذر گئی جا بر یہ پوچھ لو

اکبر کی لاش جس نے اُٹھائی وہ کون تھا اصغر کی قبر جس نے بنائی وہ کون تھا
اے دشتِ کربلا کے مسافر یہ پوچھ لو
مولا پہ کیا گذر گئی جا بر یہ پوچھ لو

میدان کربلا میں علی کی طرح لڑے یا رحم کھا کے قوم پہ گھوڑے سے گر پڑے
اے دشت کربلا کے مسافر یہ پوچھ لو
مولا پہ کیا گذر گئی جا بر یہ پوچھ لو

سرکار! وقتِ عصر تھا سر کسکی گود میں؟ مسلم کی گود میں تھا کہ عباس کی گود میں
اے دشت کربلا کے مسافر یہ پوچھ لو
مولا پہ کیا گذر گئی جا بر یہ پوچھ لو

آنکھوں میں تھا نجف کہ مدینہ نظر میں تھا ہنگام ذبح رُوئے سکینہ نظر میں تھا

اے دشتِ کربلا کے مسافر یہ پوچھ لو
مولا پہ کیا گذر گئی جابر یہ پوچھ لو

تسکین کس نے دی تھی سکینہ کو آپکی — کھی تھی قتل گاہ میں جب لاش باپ کی
اے دشتِ کربلا کے مسافر یہ پوچھ لو
مولا پہ کیا گذر گئی جابر یہ پوچھ لو

دفن و کفن کا آپ کے سامان کب ہوا — ست کا یہ سلوک، یہ احسان کب ہوا
اے دشتِ کربلا کے مسافر یہ پوچھ لو
مولا پہ کیا گذر گئی جابر یہ پوچھ لو

حضرت کے بعد پوچھنے والا بھی تھا کوئی — غمخوار اہلبیت ہو ایسا بھی تھا کوئی
اے دشتِ کربلا کے مسافر یہ پوچھ لو
مولا پہ کیا گذر گئی جابر یہ پوچھ لو

نوحے کہیں گے نجم سے شیریں زباں بہت — دنیا کو خوں رلائے گی یہ داستاں بہت
اے دشتِ کربلا کے مسافر یہ پوچھ لو
مولا پہ کیا گذر گئی جابر یہ پوچھ لو

ٹ جابر سرور کائنات کے ایک صحابی اور مرقد منورہ سید الشہدا کے پہلے زائر تھے۔

(۳۶)

طالبِ دیدار

زنداں سے چھٹ کے صاحبِ آزار آگئے ہیں

کوفہ کو فتح کر کے عزادار آئے ہیں
قیدی ہلا کے شام کا دربار آگئے ہیں
اشکوں کی نذر لیکے دل افگار آئے ہیں
زنداں سے چھٹ کے صاحبِ آزار آگئے ہیں

اٹھو حسین عابدِ بیمار آئے ہیں
ماتم زدوں کے قافلہ سالار آئے ہیں

قربانیوں کو صبر سے محکم بنا دیا
سب کو تھارے درد سے محرم بنا دیا
ہر اہلِ دل کو صاحبِ ماتم بنا دیا
ماتم زدوں کے قافلہ سالار آگئے ہیں

اُٹھو حسین عابدِ بیمار آئے ہیں
صورت دکھاؤ طالبِ دیدار آئے ہیں

جس جس نے دل پہ داغ لیا تھا وہ ساتھ ہے
اکبر کو صبر جس نے کیا تھا وہ ساتھ ہے
اصغر کو نذر جس نے دیا تھا وہ ساتھ ہے
صورت دکھاؤ طالبِ دیدار آئے ہیں

اٹھو حسین عابدِ بیمار آئے ہیں
کھو کر اُسے یہ بیکس و ناچار آئے ہیں

وہ غمِ نصیبِ شاہِ مدینہ کہیں نہیں ۔۔۔ جس کے منتظر وہ حزینہ کہیں نہیں
ٹھوکر اُسے یہ بیکسی و ناچار گئے ہیں ۔۔۔ ب ہیں تمہاری بالی سکینہ کہیں نہیں

اٹھو حسین عابدِ بیمار آئے ہیں
لیکر خبر یہ آپ کے غمخوار آئے ہیں

کیا قافلہ حضور کا پیاسا نہیں رہا ۔۔۔ احل پہ کوئی روکنے والا نہیں رہا
لیکر خبر یہ آپ کے غمخوار آئے ہیں ۔۔۔ ب گھاٹ پر فرات کے پہرا نہیں رہا

اٹھو حسین عابدِ بیمار آئے ہیں
مجلس کریں گے دھوم سے زوار آئے ہیں

ہاتھوں کو قید و بند سے فرصت بھی ملگئی ۔۔۔ ریا دو اشک و آہ کی رخصت بھی ملگئی
مجلس کریں گے دھوم سے زوار آئے ہیں ۔۔۔ تم کی غمزدوں کو اجازت بھی مل گئی

اُٹھو حسین عابدِ بیمار آئے ہیں
یثرب کی سمت جانے کو تیار آئے ہیں

اہل وطن سے جانِ وطن کام ہے کوئی ۔۔۔ رمانِ دلِ نبی کے دل آرام ہے کوئی
یثرب کی سمت جانے کو تیار آئے ہیں ۔۔۔ نانا کی قبر کے لئے پیغام ہے کوئی

اٹھو حسین عابدِ بیمار آئے ہیں

۳۷

نعرۂ عمل

کیا صفِ ماتم پہ بیٹھے ہو عزادارو اٹھو
دردسے دنیا کو بھر دو درد کے مارو اٹھو
حریت کی روحِ اعظم کے پرستارو اٹھو
فاطمہ کے لاڈلے پر جان و دل وارو اٹھو

چہرۂ روشن دکھا کر فطرتِ اسلام کا
کلمہ پڑھوا دو شہیدِ کربلا کے نام کا

ذرہ ذرہ کو سنا دو داستانِ کربلا
کس طرح لوٹا گیا تھا کاروانِ کربلا
کر گئے کیا کارنامے میہمانِ کربلا
بے زباں کے غم میں بنجاؤ زبانِ کربلا

چہرۂ روشن دکھا کر فطرتِ اسلام کا
کلمہ پڑھوا دو شہیدِ کربلا کے نام کا

سرفروشانِ ازل کی وہ حسیں قربانیاں
وہ کڑا اسود اگر جانوں کی وہ ارزانیاں
بے وضو سجدوں سے ظاہر بے سر و سامانیاں
یاد ہو نگی خون میں ڈوبی ہوئی پیشانیاں

چہرۂ روشن دکھا کر فطرتِ اسلام کا
کلمہ پڑھوا دو شہیدِ کربلا کے نام کا

لق سے کہہ دو کہ یہ شان شہادت دیکھ لے   تین دن کے بھوکے پیاسوں کی شجاعت دیکھ لے
ل یہ کہے میں نہ رہوں یہ جلالت دیکھ لے   ایک سے ایک کی معصوم صورت دیکھ لے

چہرۂ روشن دکھا کر فطرتِ اسلام کا
کلمہ پڑھوا دو شہیدِ کربلا کے نام کا

حق کی قرباں گاہ پر شبیر کا لاشہ بھی ہے   یادگارِ شاہِ خیبر گیر کا لاشہ بھی ہے
اک رسول اللہ کی تصویر کا لاشہ بھی ہے   گود میں شبیر کے بے شیر کا لاشہ بھی ہے

چہرۂ روشن دکھا کر فطرتِ اسلام کا
کلمہ پڑھوا دو شہیدِ کربلا کے نام کا

رہ گیا باقی ابد تک نام کہتے ہیں اسے   جی اٹھی ملت خدائی کام کہتے ہیں اسے
کٹ گئے کتنے گلے پیغام کہتے ہیں اسے   اے مسلماں دیکھ لے اسلام کہتے ہیں اسے

چہرۂ روشن دکھا کر فطرتِ اسلام کا
کلمہ پڑھوا دو شہیدِ کربلا کے نام کا

دوش پر فوجِ حسینی کا علم لیکر چلو   یاد میں عباس کی با چشمِ نم لیکر چلو
پاؤں تھک جائیں تو ہمت کے قدم لیکر چلو   نجم آؤ بزمِ ماتم میں قلم لیکر چلو

چہرۂ روشن دکھا کر فطرتِ اسلام کا
کلمہ پڑھوا دو شہیدِ کربلا کے نام کا

مجلسوں سے قوم کی تنظیم ہونی چاہیئے | کچھ تو حالِ زار کی ترمیم ہونی چاہیئے
مقصدِ شبیر کی تفہیم ہونی چاہیئے | عام اب مظلوم کی تعلیم ہونی چاہیئے

چہرۂ روشن دکھا کر فطرتِ اسلام کا
کلمہ پڑھوا دو شہیدِ کربلا کے نام کا

×÷×÷×

(۳۸)

جانِ تولاؔ

بے چین بہت دل والے ہیں لے جانِ تولاؔ تیرے لئے
اے سوز کے مالک تیرے لئے اے درد کے آقا تیرے لئے

گو آٹھ پہر کی پیاس بھی تھی سینہ پہ لگی تھی برچھی بھی
ممکن ہے اجل کی گود میں ہو اکبر کا تڑپنا تیرے لئے

تبدیل نظام قدرت ہو تو نے ہی گوارا خود نہ کیا
سنتے ہیں بدلنے والا تھا کونین کا نقشا تیرے لئے

سو زخم ہیں جسم نازک پر آرام سے سو کروٹ بھی نہ لے
عاشور کی غمگیں راتوں میں بیدار ہے دنیا تیرے لئے

بچہ تھا مگر کس گود کا تھا بے شیر کی فطرت کہتی ہے
پانی کی طلب میں فوج سے تھا اصغر کا اشارا تیرے لئے

تیری ہی کہانی کہنی ہے تیرا ہی سبق دھرانا ہے
اسلام کو زندہ تو نے کیا اسلام ہے زندہ تیرے لئے

خنجر کے تلے سمجھانا تھا ، اللہ کو پہچنوانا تھا
اس پیاس میں جلتی ریتی پر مخصوص تھا سجدا تیرے لئے
وہ حمد کی شب ہے نظروں میں وہ شکر کا دن ہے ذہنوں میں
پیغام شہادت لایا تھا جب صبح کا تارا تیرے لئے
وہ حوصلہ جانکاہِ طالب اللہ وہ عزم رہِ طلب
سرکی ہوئی دنیا تیرے لئے اُٹھا ہوا پردہ تیرے لئے
قدموں میں جو دریا آنہ سکا سنتے ہیں بہت بیتاب رہا
دریا نے کہاں سے دیکھا تھا کوثر کا چھلکنا تیرے لئے
اشک آنکھ میں ہیں کاندھے پہ علم اور پاؤں رہِ آزادی میں
اب ہوش حقیقت آیا ہے اب حشر ہے برپا تیرے لئے
اب کام کی تیرے باتیں ہیں اب نام کی تیرے پوجا ہے
تو نے جو نہ چاہا اپنے لئے اللہ نے چاہا تیرے لئے
آہوں سے کلیجے پھٹتے ہیں ، دن رات تڑپتے کٹتے ہیں
روٹھے ہوئے صاحب تیرے لئے بچھڑے ہوئے مولا تیرے لئے
نجم ایک نظر کا خواہاں ہے مرضی جو نہیں یہ بھی نہ سہی
دربار میں شامل ہو کہ نہ ہو شاعر ہے یہ تیرا تیرے لئے

۳۹

حیاتِ نو

شبیر کو سر دے کر اسلام بچانا ہے
کونین ہیں قدموں میں ریتی پہ ٹھکانا ہے

اکبر پہ نظر ڈالو قاسم کی طرف دیکھو
مرنے کے ارادے ہیں جینے کا زمانہ ہے

یہ خون بھرے چہرے یہ کفر شکن نظریں
حیدر کا گھرانا بھی شیروں کا گھرانا ہے

شبیر کے ہاتھوں کا بوسہ تو کوئی لے لے
ننھے سے مجاہد کو میدان میں لانا ہے

دیکھا ہی ابھی کیا ہے دنیا کی نگاہوں نے
رکھ کر ابھی ہاتھوں پر دل اپنا دکھانا ہے

کوثر کے یہ مالک ہیں پانی کی طلب کیسی
سوئی ہوئی ملت کی غیرت کو جگانا ہے

امت کی محبت میں بچوں کو فدا کر کے
دنیائے محبت کا قانون بنانا ہے

یہ کس نے جھکایا ہے سر طاعتِ خالق میں
کیا سر ہے کہ سجدے سے قاتل کو اٹھانا ہے

احمد کا نواسا ہے معراج بھی پائے گا
نیزے کی بلندی سے قرآن سنانا ہے

لفظوں سے حکومت کی بنیاد ہلانی ہے
سجادؑ کو ظالم کے دربار میں جانا ہے

اسلام کو دیتا ہے ہر سال حیاتِ نو
کیا تو نے کہا غافل یہ ذکر پرانا ہے

کس خون سے لکھا ہے مٹنے کا نہیں ہرگز
اے صفحۂ گیتی یہ بیکس کا فسانہ ہے

اب اپنے غلاموں سے شبیر کا پرسا لے
اے صاحبِ عصر آجا اک دن تجھے آنا ہے
ہے تجسم کی ہستی کیا اے کرب و بلا والے
کس نے تجھے سمجھا ہے کس نے تجھے جانا ہے

۴۰

ہمارا کارواں

وہ وقت یاد ہے کچھ اے آسماں ہمارا　　لوٹا تھا کربلا میں جب کارواں ہمارا

وہ وقت یاد ہے کچھ اے آسماں ہمارا

دریا پہ منتظر تھے جب آگ دینے والے　　خشکی میں جب تھا خیمہ عرش آستاں ہمارا

وہ وقت یاد ہے کچھ اے آسماں ہمارا

بچوں کی موت جبدن ماؤں کی آرزو تھی　　دولھا بنا ہوا تھا ہر نوجواں ہمارا

وہ وقت یاد ہے کچھ اے آسماں ہمارا

روکا تھا زخم کھا کر جب حجتِ خدا نے　　بپھرا ہوا تھا ایک اک شیرِ ژیاں ہمارا

وہ وقت یاد ہے کچھ اے آسماں ہمارا

ایماں کی زندگی تھی جب تشنگی ہماری　　دشمن کی زندگی تھا آبِ رواں ہمارا

وہ وقت یاد ہے کچھ اے آسماں ہمارا

جب اُٹھ رہی تھیں اپنے خونِ جگر کی موجیں　　جب درس دے رہا تھا تشنہ دہاں ہمارا

وہ وقت یاد ہے کچھ اے آسماں ہمارا

خوناب ہوگئی تھیں سب علقمہ کی لہریں — ڈوبا تھا خون میں جب قومی نشاں ہمارا
وہ وقت یاد ہے کچھ اے آسماں ہمارا

اک آہ کی صدا اٹھی گونجی تری فضا میں — جب لگ گئی کلیجہ نوک سناں ہمارا
وہ وقت یاد ہے کچھ اے آسمان ہمارا

تسلیم کا رضا کا نغمہ سنا تھا تو نے — جب خوں اُگل رہا تھا اک بے زباں ہمارا
وہ وقت یاد ہے کچھ اے آسماں ہمارا

سنتے ہیں سیدہ کی تربت لرز گئی تھی — جب زیر تیغ آیا آرام جاں ہمارا
وہ وقت یاد ہے کچھ اے آسماں ہمارا

زنجیر جب پہنکر راہِ وفا سے گذرا — کونین کو سنبھالے اک ناتواں ہمارا
وہ وقت یاد ہے کچھ اے آسماں ہمارا

یثرب میں بے مجاور تھی قبر مصطفا کی — زندانِ شام میں تھا جب آشیاں ہمارا
وہ وقت یاد ہے کچھ اے آسماں ہمارا

مظلوم کربلا کی عترت کا صبر دیکھے — کیا دیکھتی ہے گریہ چشمِ جہاں ہمارا
وہ وقت یاد ہے کچھ اے آسماں ہمارا

وہ شانِ صابری تھی یہ دور بندگی ہو — وہ وقت صبر تھا یہ عہد فغاں ہمارا
وہ وقت یاد ہے کچھ اے آسماں ہمارا

۱۴

پروردگارِ درد

شہیدِ ظلم غریب الدیار کیا کہنا — حسینؑ درد کے پروردگار کیا کہنا
وہ خشک لب وہ گریباں رنگے ہوئے خوں میں — ترے چمن کے گلوں کی بہار کیا کہنا
زباں پہ شکر نگاہوں میں درد دل میں تڑپ — نبی کی شان کے آئینہ دار کیا کہنا
وہ سر وہ طرۂ خیر البشر وہ پیکرِ نور — گلے کی زیب وہ زخموں کے ہار کیا کہنا
بڑھا تھا کفر کہ اسلام کا نشاں نہ رہے — تڑپ کے روک لیا دل پہ وار کیا کہنا
وہ تیرے صبر کی آغوش و لاشۂ اصغر — یہ دل یہ دل یہ ترا اختیار کیا کہنا
بھلا دیا وہ تبسم بھی دردِ ملت نے — رہا نہ یاد سکینہ کا پیار کیا کہنا
یہ ضعف اور یہ لاشہ جوان بیٹے کا — یہ تیرے دوش پہ کوہِ وقار کیا کہنا
جناں کا قصد لہو کر کے شیرِ زہرا کو — پسند آگئی خنجر کی دھار کیا کہنا
وہ نانا جان کی اُمت سے کی وفا تو نے — تری وفا پہ دو عالم نثار کیا کہنا
یہ زیرِ خنجرِ قاتل، خدا سے راز و نیاز — نگاہِ شوق ہے بر روئے کار کیا کہنا
ہر آنکھ سے ہیں رواں تیرے درد کے آنسو — یہ تیرا ضبط ہے آج اشکبار کیا کہنا

شہیدِ ظلمِ زمانہ شہید ہے تیرا ہر ایک قوم میں ہے سوگوار کیا کہنا
یہ دل میں دردِ محبت یہ مجمعِ جوشِ سخن
یہ تیرا خامۂ ماتم نگار کیا کہنا

۴۲

ملتِ ناکام

جلوہ گرِ کربلا تیرا ہی یہ کام ہے — آج بھی انسانیت آج بھی اسلام ہے
کل کی تری بیکسی آج ہوئی بارور — خاصۂ ربِّ علا تیری ولا عام ہے
ہند میں دس روز کو آکے یہ منظر تو دیکھ — صبح تری صبح ہے شام تری شام ہے
پیاس کے مارے ہوئے خون میں ڈوبے ہوئے — دل میں تری آرزو لب پہ ترا نام ہے
اشکِ عزادار ہیں مرہمِ زخمِ جگر — بانکے سپاہی بتا اب تو کچھ آرام ہے
قبرِ پیمبر سے دور کس نے سلایا تجھے — اسکو نہ آئے گی نیند جسکا گل اندام ہے
خلق کی اصلاح کو وہ تری قربانیاں — آج وہ روحِ عمل مقصدِ اقوام ہے
عالمِ امکان میں ہے آج وہ ملّت بلند — دل سے لگائے ہوئے جو ترا پیغام ہے
چین نہ دینگی تجھے قوم کی ناکامیاں — مصلحِ اعظم کے لال تجھ سے ابھی کام ہے
تیری نظر کے نثار ایک نظر دیکھ لے — رو بہ زوال آج پھر ملّتِ ناکام ہے
شیعہ[1] و سنی میں ہے آج نیا افتراق — آج تباہی میں پھر کشتیِ اسلام ہے

---

[1] عزائے حسین کی برکتیں اور اسوۂ حسینی کی صحیح تبلیغ شیعہ سنی اختلافات کو مٹا سکتی ہیں حسینیوں کا پہلا فرض اتحاد و اتفاق کی کوشش ہے۔

دین کے آغاز کا کیا یہی انجام ہے پیارا نواسہ ہے تو خلد میں ناناسے پوچھ

در پہ ترے صف بہ صف تارے بھی ہیں چاند بھی
نجم کی خاطر فقط گردشِ ایام ہے

۴۳

یثرب سے آنے والے

اے دشت کربلا میں یثرب سے آنیوالے
جنگل میں بیکسوں کی بستی بسانے والے

نزدیک آرہی ہے تشنہ لبی کی منزل
رستہ میں دشمنوں کو پانی پلانے والے

تیرا ہی تھا یہ منصب اے ورثہ دار حیدر
سجدوں کی عافیت میں تلواریں کھانے والے

سوکھے ہوئے لبوں پر سو علقمہ تصدق
اے سیلِ اشکِ غم کو کوثر بنانے والے

کیا سر کیا ہے تونے میدان کربلا کا
اکبر کی لاش اٹھا کر اصغر کو لانے والے

گہوارۂ لحد میں بے شیر سو نہ جائے
خیمہ میں منتظر ہیں جھولا جھلانے والے

تیرا ہی تھا کلیجہ اتنوں کے داغ اُٹھائے
دنیا میں داغِ دل کا سکّہ چلانے والے

کیونکر زمیں نے تیرے سجدہ کا بار اُٹھایا
دربار ایزدی میں سر دے کے جانے والے

راز و نیاز ہونگے کیا کیا نہ زیرِ خنجر
اے مرتضیٰ خدا کو اپنا بنانے والے

نیزہ پہ یہ سواری کس سمت جارہی ہے
اے دوشِ مصطفیٰ پر جلوہ دکھانے والے

کوثر پہ ہو کے جانا خدمت میں سیّدہ کی
آغوشِ سیّدہ میں اے مسکرانے والے

ہاں نا روا ہے تیرے ماتم میں صبر کرنا
اے صبر کرنے والے اے غم اُٹھانے والے

یہ نجمؔ نوحہ گر کا نوحہ قبول کرلے
اے مجلس عزا میں تشریف لانے والے

۴۴

درود و سلام

اب سحر آے اور نہ شام آئے
کربلا میں حسینؑ کام آئے

آہ نکلی لبِ فرات سے آہ
جب مدینہ کے لالہ فام آئے

نوجوان و جواں، مُسن، کم سن
مرنے والے باہتمام آئے

دیکھ دیکھ اے زمینِ مقتل دیکھ
مسکراتے ہوئے امام آئے

موت کی سمت قید کی جانب
ان کو مجرا جو تیز گام آئے

عرش سے فرش پر شہیدوں کو
صبح سے شام تک سلام آئے

ہائے عباس کی وفاداری
نہر پہ جا کے تشنہ کام آئے

ہر جگہ ہے سبیل نذرِ حسینؑ
دور تک رحمتی پیام آئے

کوئی مظلوم ہو تو ایسا ہو
اشک آنکھوں میں لب پہ نام آئے

جانِ زہرا یہ بیکسی تیری
چھ مہینے کی جان کام آئے

کیوں شہیدوں نے کروٹیں بدلیں
کس کی سوکھی زباں پہ نام آئے

زیرِ خنجر حسینؑ تھے جب تک
سو درود آئے سو سلام آئے

اٹھو ماتم کرو امام آئے آو پرسا امامِ عصر کو دو

نجم آئے تو اہلِ دل نے کہا

درد بکسر غمِ تمام آئے

۴۵

نہرِ علقمہ

پیاسا رہا جانِ نبی اے وائے نہرِ علقمہ
اُٹھتی رہیں موجیں تری اے وائے نہرِ علقمہ

وہ خشک لب سوکھا گلا شیرِ خدا کی آل کا
وہ تیرے ہونٹوں پر تری اے وائے نہرِ علقمہ

طوفان اٹھانا تھا تجھے یا سوکھ جانا تھا تجھے
کچھ تو نے خدمت ہی نہ کی اے وائے نہرِ علقمہ

اک مشک پانی کیلئے عباس کے شانے کٹے
ندی لہو کی بہہ گئی اے وائے نہرِ علقمہ

ڈوبے لہو میں یک قلم کیا کیا غزالانِ حرم
دیکھی یہ کشتی ڈوبتی اے وائے نہرِ علقمہ

اک چادرِ آبِ رواں اوڑھے ہوئے تو نوحہ خواں
زینب کی یہ بے چادری اے وائے نہرِ علقمہ

قبضہ میں تیرے آب ہو اور پیاس سے بیتاب ہو
شہ کے چمن کی ہر کلی اے وائے نہرِ علقمہ

خیمہ رہے شبیر کا یوں دھوپ میں جلتا ہوا
ساحل پہ ہو فوجِ شقی اے وائے نہرِ علقمہ

اشکِ سکینہ بہہ گئے منہ دیکھتے سب رہ گئے
تو اور تری دریا دلی اے وائے نہرِ علقمہ

یہ کون سا دستور تھا مہمان کتنی دور تھا
کیا پاؤں میں زنجیر تھی اے وائے نہرِ علقمہ

حسرت کی اک تفسیر تھی خود تیرے دلبر تیر تھی
جو موج اٹھی ایسی اٹھی اے وائے نہرِ علقمہ

آتا ہے اس کو یاد جب وہ کاروانِ تشنہ لب
ہے نجم کا نوحہ یہی اے وائے نہرِ علقمہ

۴۶

جانِ کربلا

جانِ کربلا تو نے راہِ حق دکھا دی ہے
موت کے اندھیرے میں شمع سی جلا دی ہے

رسم کھا کے دشمن پہ ہاتھ روکنے والے
ہائے کس قیامت کی قوتِ ارادی ہے

شام دور ہی کیا ہے اور دو قدم بڑھ جا
کربلا سے کوفہ تک جب نے بین ہلا دی ہے

اب حسین اصغر کو رن میں لیکر آئے ہیں
کیا انھیں بھی مادر نے جنگ کی رضا دی ہے

اور کر دیا روشن ظالموں نے ظلم اپنا
بیکسوں کے خیمہ میں آگ بھی لگا دی ہے

دیدنی ہے زنداں میں ضبطِ غم سکینہ کا
گو ابھی بہت کمسن غم کی شاہزادی ہے

حق کہاں نظر آتا اے حسین دنیا میں
تو نے زندگی دیکر زندگی بڑھا دی ہے

کیوں حسین کے غم سے روکتے ہو دنیا کو
تم نے کیا زمانے سے رسمِ غم اٹھا دی ہے

اس سے ایک دو آنسو کیا عزیز کرتے ہو
زیرِ تیغ بھی جس نے قوم کو دعا دی ہے

اس کے در پہ سجدے کر اے غرورِ انسانی
جس نے آدمیت کی آبرو بچا دی ہے

عازمِ زیارت ہے تخمسم ایک مدت سے
کس کو اب صدا تو نے ارضِ کربلا دی ہے

٤٧

تصورات

دنیا دکھائی دیتی ہے ماتم سرا مجھے — کرنا ہے کس غریب کا ماتم بپا مجھے

اللہ ذرہ ذرہ سے آتی ہے بوئے خون — کچھ اپنا ماجرا تو سنا ! کربلا مجھے

ہر آنکھ ہے کسی کی مصیبت میں اشکبار — ہر دل دکھائی دیتا ہے ٹوٹا ہوا مجھے

یہ کس خدا پرست مسافر کا ہے مزار — ہے جس کی خاک پاک پہ سجدہ روا مجھے

یہ کس کے چھ مہینے کے بچے کی قبر ہے — سینہ سے دل نکال کے رکھنا پڑا مجھے

نالہ یہ کس کا گونج رہا ہے لبِ فرات — ہوں تشنہ لب پلائیے پانی چچا مجھے

لبیک کہہ کے روح نکلنے کو ہے مری — آتی ہے قتل گاہ سے کیسی صدا مجھے

تسبیح ہو کہ خون کے قطرے کسی کے ہیں — اے کربلا کی خاک یہ کیا دیدیا مجھے

تو مشہد حسین ہے اے عرش بر زمیں — اپنے میں جذب کرلے برائے خدا مجھے

وہ ظالموں کے ظلم یہ رونق یہ زندگی — دشوار ہوگیا ترا پہچاننا مجھے

کیا کیا ہوئی تھیں تیرے مٹانے کی کوششیں — بھولے نہیں ہیں وہ ستم ناروا مجھے

شاعر ہوں اہلبیت کا میں نجم دلفگار
پہچانتے ہیں کشتۂ راہِ خدا مجھے

۴۸

پیارا سجدہ

راج دلارا زہرا کا زخمی ہے اور پیاسا ہے — بوند نہیں ہے پانی کی خون کا دریا بہتا ہے
گیتی اونچی ہوتی ہے گرنے نہ دیگی گھوڑے سے — اپنی گود میں لے لیگی کس کی گود کا پالا ہے
راہ خدا میں جلدی کی آگے جانیوالوں نے — صبح کے ساتھی چھوڑ گئے شام ہوئی اب تنہا ہے
اکبرؑ و قاسمؑ کوئی نہیں آس بندھے تو کس سے بندھے — دریا چھیننے والا بھی دریا چھین کے سوتا ہے
خون کی ندی ایسی چڑھی صبح سے لیکر شام تلک — چاند نبی کے ڈوب گئے سورج ڈوبنے والا ہے
حلق پہ تیغ قاتل ہے جانِ پیمبر سجدہ میں — دونوں عالم صدقے ہیں کیسا پیارا سجدا ہے
کل جو نبی کے دوش پہ تھا آج وہ سر ہے نیزہ پر — ایک زمانہ ایسا تھا ایک زمانہ ایسا ہے
بجھ گئی شمع قبرِ نبی دشتِ بلا کیا روشن ہو — بیچ میں خیمے جلتے ہیں چار طرف اندھیارا ہے
موت پہ تیری کیسی تھی مرنے والے تیرے لئے — مجلس بستی بستی ہے ماتم صحرا صحرا ہے
چار پہر کی منزل تھی آٹھ پہر اب چرچے ہیں — کام کی گھڑیاں بیت گئیں نام کا ڈنکا بجتا ہے

نجمؔ غرورِ ملت ہے جلوہ طراز کرب و بلا
ایسا مجاہد عالم میں ناز دو عالم ہوتا ہے

۴۹

پہلی مجلس

پھر دیا جوشِ عمل اسلام کی تلوار میں
یا حسینؑ ابنِ علیؑ کا شور ہے جھنکار میں

فاطمہ کی گود کا پالا جگا کر قوم کو
سو رہا ہے کربلا کی منزلِ بیدار میں

صبح عاشورہ محرم سر جو سجدوں سے اُٹھے
ہنس دیئے اہلِ وفا منہ دیکھ کر تلوار میں

کب ہوا تھا نہر پہ ٹھنڈا امیر کا نشاں
اب تک اُٹھتے ہیں علم یادِ علمبردار میں

مسکرا دے زیرِ تیغ اپنی حکومت دیکھ کر
دونوں عالم تھے نگاہِ سیدِ ابرار میں

درد تھا امت کا جو زنجیر آہن بن گیا
تھی یہی زنجیرِ پائے عابدِ بیمار میں

کیا خبر تھی جنکے سجدوں نے ہلا دی ہے زمیں
اُن کے سر تشہیر ہونگے کوچہ و بازار میں

جب سرِ شبیرؑ آیا جھک گئی چشمِ یزید
کفر نے سجدے کئے ایمان کی سرکار میں

خون کی چادر سے اُسکا حُسن چھپ سکتا نہیں
جسکا حصہ ہو جمالِ احمدِ مختار میں

دشمنوں کو بھی رُلایا خود بھی روئے اہلبیت
پہلی مجلس کی امیرِ شام کے دربار میں

فیض مداحی نے لفظوں کو عطا کی زندگی
اِک حقیقت اک تڑپ ہے نجم کے اشعار میں -

۵۰

سینہ زنی

آج تک اسلام کی جلوہ گری رہ گئی
تیری بدولت حسین بات بنی رہ گئی

پھیر کے سقہ نے منہ مشک بھری نہر سے
سیل بڑھی تھم گئی موج اُٹھی رہ گئی

اہل وفا پر درود عہدِ وفا جی گیا
تشنہ لبوں پر سلام تشنہ لبی رہ گئی

گلشن زہرا کے گل پیاس سے مرجھا گئے
تیرے لبوں پر فرات کیسے تری رہ گئی

خیمہ سے لانیکو ہیں تحفۂ آخر حسین
نذر کے سامان میں کوئی کمی رہ گئی

رن کو وہ اصغر چلے گود میں شبیر کی
لیکے بلائیں رباب در پہ کھڑی رہ گئی

زیست کے آثار سب تیر اجل لیگیا
اصغرِ بے شیر کے لب پہ ہنسی رہ گئی

جنگ کو اکبر گئے کرکے وداعی سلام
اُنکی جوانی انھیں دیکھتی ہی رہ گئی

رخصتِ شبیر پر ضبط کا عالم یہ تھا
منہ کو سکینہ غریب تکتی ہوئی رہ گئی

اور یہ دھبا لگا دامنِ اسلام پر
خاک پہ شبیر کی لاش پڑی رہ گئی

نجمؔ غنیمت ہے یہ سینہ زنی قوم کی
یاد تو اسلاف کی تیغ زنی رہ گئی

(۵۱)

شبیر کا پیغام

تا ابد زندہ ہے تو اور تا ابد اسلام ہے
اے شہیدِ کربلا اسلام تیرا نام ہے

مرحبا اے سرفروشانِ حسینی مرحبا
یوں تلاشِ موت جیسے موت سے کچھ کام ہے

مصطفا کی آل پر یوں بند پانی کر دیا
جیسے پانی بند کر دینا رواجِ عام ہے

اب وہ پہلی سی نہیں اصغر کو تکلیفِ عطش
سو گئے ہیں باپ کی گودی میں کچھ آرام ہے

قاصدِ صغرا ذرا لاشوں میں جا کر دیکھ لے
چاند سی صورت ہے جنکی انکا اکبر نام ہے

ہے غل و زنجیر میں جکڑا ہوا پیغامبر
خون میں ڈوبا ہوا شبیر کا پیغام ہے

کر چکے تسخیر کوفہ سوگوارانِ حسین
اب اسیرانِ بلا کا قصد سوئے شام ہے

آج بھی عاشور کے دن کی اداسی دیکھ لو
کیسی بے رونق سحر کیسی بھیانک شام ہے

کب حضوری میں بلاتے ہیں حسین ابن علی
دیکھتا ہوں نجم بسم کبتک گردشِ ایام ہے

۵۲

صبرِ عالم انکے قدموں پر نثار

رن میں اصغر تیر کھا کر رہ گئے
مثلِ غنچہ مسکرا کر رہ گئے

دشتِ ویراں میں حسینؑ ابنِ علیؑ
درد کی بستی بسا کر رہ گئے

استغاثہ پر شہِ مظلوم کے
دشت و در سب تھرتھرا کر رہ گئے

ہل گئی بنیادِ ہستی جب حسین
زیرِ خنجر لب ہلا کر رہ گئے

سر جو نیزہ پر چڑھا شبیرؑ کا
دونوں عالم سر جھکا کر رہ گئے

منتظر بچے ہیں اے جانِ علی
تم کہاں دریا پہ جا کر رہ گئے

صبرِ عالم اُن کے قدموں پر نثار
جو درِ خیمہ تک آ کر رہ گئے

روشنی مقتل میں لاشوں پر کہاں
چار تارے جھلملا کر رہ گئے

کربلا پہونچے ہزاروں قافلے
نجمؔ ہم آنسو بہا کر رہ گئے

۵۳

شہیدِ ظلم

شہیدِ ظلم کلیجے ہلا دئے تو نے
حسین درد کے دریا بہا دیا تو نے

راحتوں میں نمک بھر دیا لشکر کا
اذیتوں میں تبسم کھلا دیے تو نے

یہ سرفروشیِ عباس و قاسم و اکبر
دل و جگر کے خزانے لٹا دیئے تو نے

زمینِ کرب و بلا پر خلیل کربِ بلا
ہزار کعبۂ معنی بنا دیئے تو نے

دلوں کو حوصلۂ غم کی تازگی دے کر
نشاطِ کفر کے تیور بجھا دیئے تو نے

وفا میں کھائے ہیں ہنس ہنس کے تیر پیاسوں نے
یہ کیسے جام تولا پلا دیے تو نے

تمام ناز کے پالے تمام کشتۂ غم
زمینِ گرم پہ لا کر سلا دیے تو نے

زہے کمالِ سیاست کہ زیرِ تیغ آکر
نگاہِ خلق سے پردے ہٹا دیئے تو نے

ہوائے ظلم کی موجیں سو کے میٹھی نیند
تفکرات کے جذبے جگا دیے تو نے

پہاڑ بن گیا ملت کو تیرا استقلال
ابھر چلے تھے جو فتنے دبا دیے تو نے

ہر ایک ذرۂ بےحس میں اک تڑپ بھر دی
دماغ وضع کئے دل بنا دیے تو نے

تڑپ رہی ہے سن اکسٹھ سے آج تک دنیا
وہ صبر و ضبط کے جوہر دکھا دیئے تو نے

سرورِ عشق کی قربانیاں معاذ اللہ فضائے درد میں طوفاں اٹھا دیئے تو نے

مزہ ملا ہے وہ دل کو تری ولا کے نثار

حیاتِ نجم کے لمحے بڑھا دیے تو نے

۵۴

مظلوم کا حق

مظلوم کا حق ہے عالم پر ہیں دونوں جہاں غمخواروں میں
شبیر کا ماتم چاند میں ہے شبیر کا ماتم تاروں میں

کیا کفر یزیدی فوج میں ہے، کیا دین خدا کے پیاروں میں
سجدوں پہ وہاں تلواریں ہیں سجدے ہیں یہاں تلواروں میں

سر لائے ہیں ظالم نیزے پر آغوش نبی کے پالے کا
قرآن کے دشمن پھرتے ہیں قراں لئے بازاروں میں

آج اُس سے عبادت باقی ہے آج اُس سے نمازیں قائم ہیں
کل ایک مصلّا بچھا تھا جو تیروں کی بوچھاروں میں

مولا کی نماز خوف نہ تھی، کونین پہ لرزہ طاری تھا
تکبیر کا نعرہ جاری تھا تلواروں کی جھنکاروں میں

جس شان کا تھا کاندھے پہ علم عباس کی ویسی موت بھی تھی
شہرت ہے جوانمرگوں میں ہیبت ہے علمبرداروں میں

سب راہِ خدا کے سالک تھے یا قتل ہوئے یا قید ہوئے
یہ رسم گئی ہے دور تلک شبیر کے ورثہ داروں میں
یہ شبیر نہ دیتے جان اگر، اسلام کی بنتی قبر کہیں
یا شام کے ناحق کوشوں میں یا کوفہ کے غداروں میں
کیا جنگ کی کڑیاں جھیلے ہیں یہ موت سے کیا کیا کھیلے ہیں
کیا رنگِ شجاعت ٹکڑوں پر نکھرا ہے لہو کی دھاروں میں
اللہ زمینِ کرب و بلا اصغر کو لگا لے چھاتی سے
اک خون میں ڈوبا تارا بھی ہے تیر کے مہ پاروں میں
یہ کس کے قدم کی آہٹ سے ہنگامہ عشرت کانپ گیا
زنجیر میں جکڑا کون گیا یہ محلوں میں درباروں میں
جنت کی سند بن جائے گی، اے نجم ثنائے آلِ نبی
نظمیں یہ ہماری پہونچیں گی جب اُنکی سخی سرکاروں میں

۵۵

مجبوریاں

امت ہوئی ہے درپئے آزار کیا کریں
نازک ہے وقت سیدِ ابرار کیا کریں

لیجائے کون مشک خیامِ حسین تک
دریا پہ گھر گئے ہیں علمدار کیا کریں

راہ جہادِ حق کی مشیت نے روک لی
خیمہ میں رہ کے عابدِ بیمار کیا کریں

اطفال مضطرب ہیں وداعِ حسین پر
منہ دیکھتے ہیں آئینہ رخسار کیا کریں

شبیر کی صدا سے ہے لاشونکو اضطراب
مجبور ہیں وفا کے پرستار کیا کریں

چُپ رہ گئے ہیں وحشتِ زنداں کو دیکھکر
اہلِ حرم ہیں نقش بہ دیوار کیا کریں

آیا ہے سر حسین کا زندانِ شام میں
غش ہو گئے ہیں طالبِ دیدار کیا کریں

نقشہ یہاں بنا کے تصدق نہ ہوں اگر
ہیں کربلا سے دور عزادار کیا کریں

سرکار اہلِ بیت کا شاعر بنا دیا
اب اور نجم طالعِ بیدار کیا کریں

۵۶

جنگل میں لٹ کے یوں نہ کوئی کارواں رہے

سر دے کے کربلا میں شہ انس و جاں رہے
جسکو جگہ نہ ہو وہ مسافر کہاں رہے

جنگل کو جس نے گورِ غریباں بنا دیا
جنگل میں لُٹ کے یوں نہ کوئی کارواں رہے

کیوں سوئے نہر دیکھتے مہماں کربلا
سوکھے لبوں پہ شکر رہا تر زباں رہے

چھپ جائیں چاند فاطمہ زہرا کے کھائیں
منہ دیکھتی زمین رہے آسماں رہے

کیا چیز تھی جوانی اکبر نہ پوچھئے
انکا شباب دیکھنے والے جواں رہے

اصغر کا خوں تو چہرہ پہ حضرت نے مل لیا
مادر کے دل کا خون تمنا کہاں رہے

قربان اے حسینؑ یہ تعلیم معرفت
سجدہ کے ساتھ حلق پہ خنجر رواں رہے

اے چرخ جسکے ہاتھ میں ہو نظم کائنات
وہ کربلا سے شام تلک سارباں رہے

مرکز غم حسین کا ہندوستاں ہے نجم
آباد و پربہار یہ ہندوستاں رہے

۵۷

خیمہ سے رونق گئی جھولے سے اصغر گئے

کشتۂ کرب و بلا یادِ خدا کر گئے
اب وہ عبادت کہاں سجدے گئے سر گئے

ہائے ولائے حسین اُف رفقائے حسین
جنگ ہزاروں سے کی آہ نہ کی مر گئے

ہائے وہ جانِ علی اُف وہ نشانِ علی
خون میں ڈوبے ہوئے حسن کے منظر گئے

جانِ دو عالم نثار درد فدا غم نثار
غم کی نگاہیں گئیں درد کے تیور گئے

فوجوں میں دھنستے ہوئے تیغوں میں ہنستے ہوئے
عون و محمدؐ گئے قاسم و اکبر گئے

کرب و بلا کانپ اُٹھی راہِ خدا کانپ اٹھی
خیمہ سے رونق گئی جھولے سے اصغر گئے

جیسے تہِ تیغ تھے روح و دل کائنات
مالکِ صبر و رضا جب تہ خنجر گئے

غیظ میں کچھ سوچ کر رہ گیا بیمارِ غم
کوفہ کے در سے خیال تا درِ خیبر گئے

اُن کے تصدق سے نجم قوم ہے سب اہلِ دل
درد ملا اس قدر دامنِ دل بھر گئے

۵۸

امتحاں

امتحاں کچھ اور باقی ہے تو ایسا بھی سہی
جنگ کے میدان میں اصغر کا جھولا بھی سہی

نوجوانانِ حسینی کی تو ہمت دیکھ لی
شامیو! لو دودھ پیتا ایک بچہ بھی سہی

مرنے والوں کیلئے کیا کیا نئے سامان ہیں
تشنہ کامی بھی گوارا قربِ دریا بھی سہی

یاد آجائیں پیمبر جس کی صورت دیکھکر
مرنے والوں میں اک ایسا مرنے والا بھی سہی

زندگی میں ناز اٹھائے ہونگے کتنے آج تک
دوش پر شبیر کے اکبر کا لاشہ بھی سہی

یاد رہ جائیگی غربت کو بھی یہ غربت کی موت
زیرِ خنجر فاطمہ کا لال تنہا بھی سہی

کوئی پہلو رہ نہ جائے آرزوئے ظلم کا
بے کفن لاشے بھی جنگل بھی اندھیرا بھی سہی

تاقیامت ماتمِ شبیر مٹ سکتا نہیں
ظلم سب کچھ ہو چکے یہ سعی بیجا بھی سہی

کربلا جانے کا کچھ ساماں نظر آتا نہیں
نجمؔ دل پر ایک یہ داغِ تمنا بھی سہی

۵۹

قربانیاں

یہ عنایتوں کی جزا ملی یہ ہدایتوں کا صلہ دیا
وہ چراغِ قبرِ نبی کا تھا جسے کربلا میں بجھا دیا

یہ حسین تیرا ہی کام تھا کہ سب اپنے لعل فدا کئے
تجھے ان ستاروں نے ڈوب کر شبِ غم کا چاند بنا دیا

تری سرفروشی کی شان تھی جو حیات دینِ خدا بنی
نہ ملا کسی کو حیات میں تجھے موت نے جو مزا دیا

کہو دل کہاں سے یہ لائیں گے جو حسین خیمہ میں جائیں گے
جسے ماں کی گود سے لائے تھے اسے زیرِ خاک سلا دیا

یہ علی کے لال کی ہمتیں یہ سنان و تیر کی دعوتیں
کبھی نوجوان کا جگر دیا کبھی بے زباں کا گلا دیا

نہ حسین گھوڑے پہ تھم سکے کہ صدا اذاں کی بلند تھی
وہ نمازِ عصر کا وقت تھا جو زمیں پہ خود کو گرا دیا

وہ جہادِ سبطِ نبی کا تھا کہ ابھی زمانے کو یاد ہے

جو اُٹھے تو قلبِ زمیں ہلا جو گرے تو عرش ہلا دیا

حسین آپ اپنا مٹا گئے کہ بہارِ دینِ خدا رہے

نہ جما جو رنگ بہار سے تو لہو بھی اپنا بہا دیا

مجھے نجمؔ کوئی کہا کرے میں بلند اوجِ فلک سے ہوں

مجھے مدحِ آلِ رسول نے مہ و مہر سے بھی بڑھا دیا

٦٠

اعجازِ کرم

باقی نہ رہا جبکہ حکومت کا سہارا
بیچین ہوا ابنِ نمیرِ ستم آرا

دشمن تھے شقی کے در و دیوارِ مدینہ
بستی میں تھا دخل نہ جنگل میں گذارا

تدبیر سے قسمت کے وہ بدلے ہوئے تیور
اُترا ہوا وہ قعرِ مذلت میں ستارا

نظروں میں لپکتے ہوئے کردار کے شعلے
سینہ میں دہکتا ہوا دوزخ کا شرارا

ہر سمت اک اعمال کی تصویر بھیانک
ہر چار طرف موت کا انگلی سے اشارا

مظلومیٔ شبیر تو یاد آئی نہ ہوگی
بیجرم و خطا کرب و بلا میں جسے مارا

ہر وارد و صادر کی بچاتے ہوئے نظریں
اک رات مدینہ سے کیا اُسنے کنارا

ہمراہ نہ کچھ زادِ سفر تھا نہ سواری
ہمت تھی ٹھہرنے کی نہ تھا کوچ کا یارا

کیا پیاس سے بیچین تھا کیا بھوک سے بیتاب
ساماں تھا نہ کھانے کا نہ پانی کا سہارا

کیا تشنہ لبِ کرب و بلا یاد نہ آئے
بچوں کی وہ فریاد وہ دریا کا کنارا

رستہ میں ہوا طالبِ امداد کسی سے
اک سمت کیا اس کے مخاطب نے اشارا

اک گاؤں میں آشوبِ مدینہ سے نکلکر
ٹھہرے ہوئے تھے سید سجّاد قضارا

مولا کا پتہ دے کے مسافر ہوا راہی
مجبور اُسی سمت بڑھا یہ ستم آرا

اس گھر پہ گیا آگ بھی جس گھر میں لگائی — منہ جس سے پھرایا تھا اسی در پہ پکارا
ظالم نے اسی ہاتھ سے زنجیر ہلائی — جس ہاتھ سے نیزہ علی اکبر کو تھا مارا
آج ان سے یہ امید کہ دوزخ کو بجھا دیں — کل پیاس بجھانی نہ ہوئی جنکی گوارا
جسوقت ملا بھائی کے قاتل کا یہ پیغام — مظلوموں کے ماتم میں تھا مظلوم کا پیارا
اترا نہ ابھی سوگ نہ ٹھہرے ابھی آنسو — اور در یہ ہے قاتل کو حمایت کا سہارا
ابتک ہے ورم پاؤں پہ کوفہ کے سفر کا — دل شام کے غم سے ہے ابھی معرکہ آرا
اغلب ہے کہ مولا نے جگر تھام لیا ہو — کس قہر کا نشتر یہ رگ دل میں اتارا
دم توڑتے شاید نظر آئے ہوں پھر اکبر — آنکھوں میں سمٹ آیا ہو مقتل کا نظارا
پھر لاش پہ گرتے ہوئے دیکھا ہو پدر کو — میدان میں زینب نکل آئی ہوں دوبارا
نظروں میں مچلتی ہوئی آئی ہو سکینہ — گودی میں اٹھایا ہو تڑپتا ہوا تارا
جھولے سے ہمکتا ہوا بے شیر گرا ہو — پھر غش سے یہ چونکے ہوں کہ بابا نے پکارا
واللہ یہ کیا نفس ہے کیا نفس کی قوت — اللہ یہ کیا ضبط ہے، کیا ضبط کا یارا
سائل کو سواری بھی ملی زاد سفر بھی — بس ایک حضوری نہ ہوئی اس کی گوارا
اس گھر ہی میں اسطرح کی ملتی ہیں مثالیں — اے نجم یہ اعجاز کرم دیکھ خدارا

یہ نوحۂ غم شرق سے تا غرب سنا کر
دنیا کو دکھا دے کہ یہ آقا ہے ہمارا

٦١

تبلیغِ محبّت

مظلوم کے ماتم سے دو عالم کو ہلا دو
نوحہ میں پیامِ لبِ معصوم سنا دو

کہہ دو کہ اشاعت ہے ہمیں درد کی مطلوب
مامور ہیں تبلیغِ محبّت پہ بتا دو

سمجھاؤ یہ فریاد کی لے غور طلب ہے
دل رکھتے ہو رونے کو ہنسی میں نہ اُڑا دو

کچھ بھولے ہوئے سے نظر آتے ہیں مسلماں
پھر اُسوۂ شبیر ذرا یاد دلا دو

مدت ہوئی کرتے ہوئے اقرارِ غلامی
اب شان بھی کچھ اُس کے غلاموں کی دکھا دو

کیا سوچ میں ہو جادۂ تسلیم بنا کر
بھٹکے ہوئے انسان کو رستہ پہ لگا دو

کیا جاگ رہے ہو شبِ عاشور اکیلے
ہم کہتے ہیں سوئی ہوئی دنیا کو جگا دو

شبیر کے سوکھے ہوئے ہونٹوں کا تصدق
پیاسا ہے زمانہ کی ذرا پیاس بجھا دو

بات آئی ہے اشکوں پہ تو ہر آنکھ سے ٹپکیں
اس غم کو جگاؤ غمِ ہستی کو سلا دو

دل پہلے مگر اپنے ہی پہلو میں ٹٹولو
ٹھنڈا ہو جہاں خونِ عمل آگ لگا دو

یہ دل کا تڑپنا ہے کہ بیمار کی کروٹ
کونین بھی تڑپیں جو تڑپنے کی رضا دو

انصارِ حسینی کی تاسی کا ہے دعویٰ
ملت کے پسینہ پہ لہو اپنا گرا دو

یہ کوئی نہ کہہ دے وہ جھلک اُن میں نہیں ہے
کچھ اپنی روش سے خبرِ کرب و بلا دو

ہر سال تمھیں یاد دلاتا ہے محرم
کھوئے ہوئے ہو جس میں وہ ماحول بھلا دو

ایمان کو ایمان کی صورت میں دکھاؤ
اسلام کو اسلام کا مصداق بنا دو

کچھ غور کرو نجمؔ کے مفہوم سخن پر
دیوانہ سمجھتے ہو تو مرنے کی دعا دو

۶۲

علم بدوش

حسینؑ سے ہے دینِ حق حسینؑ دیں پناہ ہے — حسینؑ کا ہر اک نفس نوائے لا الہ ہے
ہر ایک بوند خون کی بذکرِ حق گواہ ہے — جدھر ہوں اُسکے نقشِ پا وہی خدا کی راہ ہے،
حسین کے فدائیو عَلم بدوش بڑھ چلو

حسین اپنی بات پر جو سر کٹا کے سو گیا — شجاعت اور صبر کے اصول کو سمو گیا
عرب کی ریگِ گرم میں وفا کا بیج بو گیا — حیات جاوداں ملی جو اُسکے ساتھ ہو گیا
حسین کے فدائیو عَلم بدوش بڑھ چلو

نہ صرفِ[۱] اشکِ آہ کے ہی کاروانکو ساتھ لو[۲] — ضعیف تم سہی مگر دلِ جوانکو ساتھ لو
حسین کا ہے مدعا کہ دو جہانکو ساتھ لو — زمیں کو ساتھ لے چکے تو آسمانکو ساتھ لو
حسین کے فدائیو علم بدوش بڑھ چلو

لُٹا[۳] و آشتی کے پھول زندگی کی راہ میں — امان بے اماں بنو ستم کی جلوہ گاہ میں
صدائے یا حسین دو فضائے کوہ و کاہ میں — تمام بحر و بر کو لو حسین کی پناہ میں
حسین کے فدائیو عَلم بدوش بڑھ چلو

---

[۱] حسین کی تعلیم پر عمل کرنا اور انصارِ حسین کے راستہ پر چلنا سب سے بڑی مجلس اور شدید ترین ماتم ہے۔
[۲] دنیا میں ایک حسینی برادری قائم کرو۔

ملازمت کا ہے شرف اگر نبی کی آل سے — اگر ہیں اشک آنکھ میں حسین کے خیال سے
ملا ہے کچھ زہیر کی حبیب کی مثال سے — انھیں کے ربط ضبط سے انھیں کی چال ڈھال سے

حسین کے فدائیو علم بدوش بڑھ چلو

وہی اگر اصول ہے وہی اگر شعار ہے — جو پاؤں رو براہ ہیں جو دل برے کار ہے
تو خود تمھاری آرزو میں کوئی بیقرار ہے — بہت قریب آچکا ہے جسکا انتظار ہے

حسین کے فدائیو علم بدوش بڑھ چلو

محبت اسکی ذات سے ہر اک کا نصب عین ہو — اسی کا مطمح نظر شعار مشرقین ہو
عمل میں اسکا ساتھ دو کہ اسکے دل کو چین ہو — زمیں سے آسمان تک حسین ہی حسین ہو

حسین کے فدائیو علم بدوش بڑھ چلو

بزور عشق موت کو وہ زندگی بنا چکا — صداقت اصول پر وہ خون دل بہا چکا
سب اپنے پارۂ جگر وہ خاک میں ملا چکا — تمھیں بھٹک کے رہ گئے وہ اپنی راہ جا چکا

حسین کے فدائیو علم بدوش بڑھ چلو

نہ عیش تخت چاہیئے نہ لطف تاج چاہیئے[1] — بلند تخت و تاج سے مگر مزاج چاہیئے
اسی شہید ظلم کا دلوں میں راج چاہیئے — حسین کا علم ہے یہ علم کی لاج چاہیئے

حسین کے فدائیو علم بدوش بڑھ چلو

---

[1] جن کے ہاتھوں میں شیر مبتیہ شجاعت عباس علمدار کے نام کا علم ہو حسینی لشکر کے نشان کی شبیہ ہو انکا کردار بھی کچھ ملتا جلتا ہونا چاہیئے۔

٦٣

اعلانِ اتحاد

ملت میں تفرقہ کا نہ سامان کیجئے — قرآں کے ورق نہ پریشان کیجئے
جاں دی تھی اتحاد کی خاطر حسین نے — پورا شہید ظلم کا ارمان کیجئے
یوں محنتیں کسی کی ملاتے ہیں خاک میں — اسطرح اسکے غم کو نہ مہمان کیجئے
حل کی ہیں جس غریب نے سر دیکے مشکلیں — مشکل اب اُس پہ آئی ہے آسان کیجئے
سنیے صدائے خونِ شہیدانِ کربلا — آراستہ نہ جنگ کا میدان کیجئے
لوٹے ہوئے ریاضِ پیمبر کا واسطہ — اسلام کے چمن کو نہ ویران کیجئے
ظلم اُس پہ دشمنوں کے کوئی کم نہیں ہوئے — پیدا نہ آپ ظلم کا عنوان کیجئے
اصغر کے سن کو دیکھئے اور اسکی موت کو — اک بے زباں کی روح پہ احسان کیجئے
کچھ درد سے حسین کے لیکر گدازِ دل — لِلّٰہ اپنے دل کو مسلمان کیجئے
سرکارِ دو جہاں کی محبت کے نام پر — آپس کے اختلاف کو قربان کیجئے
دشمن بہت ہیں ملتِ بیضا کے دہر میں — مٹنے کا اپنے آپ سامان کیجئے
مرکز بنا کے آج حسینی نشان کو — دنیا میں اتحاد کا اعلان کیجئے
اب اس فضا میں رہنے کو دل چاہتا نہیں — لے نجم ترک ہند کا سامان کیجئے

نوٹ:۔ حسین کے نام پر ایک اپیل ہے ضرورت ہے کہ ہندوستان کے ہر شہر اور ہر قصبہ میں یہ نوحہ جلوس عزا کے ساتھ پڑھا جائے۔

۶۴

اسلام رہیگا

ہر عالم تو میں کرم عام رہے گا
ہر دُکھ میں دوائے دلِ ناکام رہیگا
دنیائے دگر کے لئے پیغام رہے گا
دنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہیگا

شبیر بہر حال ترا نام رہے گا

مانا کہ زمانہ کا رہے گا نہ یہ عالم
ترتیب تمدن کی یہ ہوجائیگی برہم
پھر اور کسی رنگ میں ہوگا ترا ماتم
دنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہے گا

شبیر بہر حال ترا نام رہے گا

ذروں کی زباں پر ہے تری تشنہ دہانی
تا رونکی ہے دیکھی ہوئی اکبر کی جوانی
بھولے گی نہ فطرت علی اصغر کی کہانی
دنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہے گا

شبیر بہر حال ترا نام رہے گا

سو بار بدل جائیں زمانہ کی فضائیں
یورپ سے چلیں گی یونہیں کچھ کو ہوائیں
دہرائیں گی لوٹے ہوئے خیموں کی صدائیں
دنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہے گا

شبیر بہر حال ترا نام رہے گا

آنکھوں سے اگر خون کی ندی نہ بہیگی — دل روئیں گے یوں رنجِ وفا کرب سہیگی
تو عین محبت ہے محبت تو رہے گی — دنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہے گا
شبیر بہر حال ترا نام رہے گا

دیکھا جو زبانوں کی خموشی کا قرینہ — تاریخ کے اوراق کا پھٹ جائیگا سینہ
سو طرح رلائے گا محرم کا مہینہ — دنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہے گا
شبیر بہر حال ترا نام رہے گا

انساں نہ کریں گے جو ترے حق میں تکلم — ماتم کی صدا دیگا پرندوں کا ترنم
آہوں سے بدل جائے گا غنچوں کا تبسم — دنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہے گا
شبیر بہر حال ترا نام رہے گا

پانی کی جگہ ابر سے برسیں گے شرارے — تڑپیں گے مہ و مہر فلک درد کے مارے
پرسا ترا دینگے ترے نانا کو تارے — دنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہے گا
شبیر بہر حال ترا نام رہے گا

منہ غم سے نکل آئیگا دریا کا ذرا سا — پانی یہ کہے گا کوئی مارا گیا پیاسا
ساحل یہ پکارے گا محمد کا نواسا — دنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہے گا
شبیر بہر حال ترا نام رہے گا

اٹھ جائیگی ماتم کی اگر رسم زمیں سے
ہوگی نہ کمی غم کی حقیقت میں کہیں سے
چھوٹے گا نہ خوں مادرِ گیتی کی جبیں سے
دنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہے گا
شبیر بہر حال ترا نام رہے گا

اغلب ہے کہ تربت میں تڑپ جائیگی مادر
کرار کے مدفن میں بدلجائیں گے تیور
پھر قبر سے شاید نکل آئیں گے پیمبر
دنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہے گا
شبیر بہر حال ترا نام رہے گا

اے نجم اُلٹ جائیگا یہ پردہ غیبت
نکلے گا اُدھر تیغ بکف مرکزِ حجت
کرتی ہوئی ماتم اِدھر آئے گی قیامت
دنیا یہ نہ ہوگی مگر اسلام رہے گا
شبیر بہر حال ترا نام رہے گا

۶۵

الوداع

موسمِ غم ختم ہے اے گلعذارو الوداع
الوداع اے فاطمہ زہرا کے پیارو الوداع

زیرِ خنجر تم نے جلتی ریت پر سجدے کئے
راہِ حق کے سرفروشو سرگزارو الوداع

پھر ہمارے جیتے جی آنا دیارِ ہند میں
اے ہمارے مرنے جینے کے سہارو الوداع

ہے تمہاری یاد میں بےچین ارضِ کربلا
حفظِ خالق میں دیا جاؤ سدھارو الوداع

تم نے باطل کو مٹایا تم نے حق چمکا دیا
آسمانِ حریت کے ماہ پارو الوداع

اپنی جانیں دے کے تم نے روحِ تازہ پھونک دی
ملتِ اسلامیہ کے جاں نثارو الوداع

حشر میں آنا یہی خونیں کفن پہنے ہوئے
دودمانِ مصطفیٰ کے وضعدارو الوداع

رخصت اے گہوارۂ بے شیر و تابوت و ضریح
الوداع اے دردِ غم کی یادگارو الوداع

اشک ماتم کے سوا کچھ نذر کے قابل نہیں
دردِ دل کی سلطنت کے تاجدارو الوداع

جان و دل قرباں ذرا کہہ دو لبِ اعجاز سے
اے شہیدِ کربلا کے سوگوارو الوداع

نجم کو بھی یاد رکھنا دارو گیرِ حشر میں
اے زمینِ کربلا کے چاند تارو الوداع۔

قصائد نجم

رنگین فلسفہ، حقیقی مدح، تبلیغی شاعری۔ تاریخی جواہر شاعر اہل بیت

نجم آفندی

کی پر زور نظموں اور معرکۃ الآرا قصائد

جان بہار
روح سخن
صبح لطیف
جلوۂ معصوم
ترتیب مناظر
شمع حقیقت
نغمۂ کوہسار
ناز آفرینش
زمزمۂ روح
شاہزادۂ نوز
کا
مجموعہ

قیمت ایک روپیہ
(عہ ر)
مع محصول ڈاک

سید مصطفی علی ہاشمی مہتمم کاشانۂ ادب مسجد آتو جی لکھنؤ